JANUARY-2020 Rs. 25/-
جمادی الاولی ۱۴۴۱ھ/ جنوری ۲۰۲۰ء

- بابری مسجد اور مسلمان
- ایمان، کفر اور تکفیر
- احترام نبوت اور امام احمد رضا
- رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی
- سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ! کتنا مثبت کتنا منفی
- معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جائے

مُدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار
امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی،
مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
بانی و سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰحضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰحضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مد ظلہ العالی
مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان
ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
شمارہ نمبر ۱
Issue No. 1
Vol. 5 جلد نمبر ۵
جمادی الاول
۱۴۴۱ ہجری
جنوری ۲۰۲۰ء
مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی
تزئین کار
محمد عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ
قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر
انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔
نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔
ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔
رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲، سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳
Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in
Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453
ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔
Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

# اس شمارے میں



مشمولات

ہندوستان ہمارا ملک ہے، ہم نے اس کے لئے قربانیاں دی ہیں، حکومت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی: قائد ملت

محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

# حجۃ الاسلام کی صحافتی خدمات

## ماہنامہ یادگار رضا بریلی شریف کے حوالے سے



دین متین کی تبلیغ وترسیل کے تین طریقے مشہور و معروف ہیں: تقریر، تدریس اور تحریر! ان میں سے ہر ایک کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے، تاہم تحریر کا اثر دیرپا ہونے کے ساتھ ساتھ ہمہ گیر بھی ہوتا ہے، اس کے ذریعہ نسلاً بعد نسلٍ اور عصراً بعد عصرٍ دعوت وتبلیغ کی خدمت انجام دی جاسکتی ہے، کسی بھی مذہب وملت کی آفاقی ترقی میں اس کی حمایت میں لکھی گئی تحریروں اور کتابوں کا بڑا ہی اہم رول ہوتا ہے، ہر دور میں اس کی اہمیت مسلم رہی ہے، دنیا کا کوئی بھی دانش منداس کی افادیت سے انکار نہیں کرسکتا، اس کی ازبس اہمیت کا اندازہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کے اس قول سے بھی لگایا جاسکتا ہے:

"حمایت مذہب اور ردّ بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنّفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں........ آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچتے رہیں۔" [فتاویٰ رضویہ، ۱۲/ ۱۳۳]

امام اہل سنت کے اس ارشاد سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ تحریر چاہے کتب ورسائل کی شکل میں ہو، پمفلٹ اور پرچوں کی صورت ہو یا اخبارات وجرائد کے پیکر میں، کما حقہ تبلیغ وترویج اس کے بغیر ممکن نہیں۔

ہر تحریر کا اپنا ایک خاص مقصد ومحور اور ایک مخصوص پس منظر ہوتا ہے، جو حالات اس تحریر کے محرک ودائی ہوتے ہیں جب تک وہ برقرار رہتے ہیں، تب تک اس کی اہمیت کا ستارہ بام عروج پر ہوتا ہے اور جیسے ہی حالات کروٹ بدلتے ہیں، وہ تحریر بھی اپنی اہمیت وافادیت کھودیتی ہے۔

یعنی کچھ تحریریں وقتی حالات کے پیش نظر معرض وجود میں آتی ہیں، اس لئے ان کی اثر پذیری بھی ایک خاص وقت تک محدود رہتی ہے جبکہ کچھ تحریریں ایسی سدابہار ہوتی ہیں جو اگرچہ کسی خاص مقتضائے وقت کے بطن سے جنم لیتی ہیں لیکن ان کا دائرۂ اثر صدیوں تک محیط رہتا ہے، جن کی اہمیت وافادیت کی بھینی بھینی خوشبو زمان ومکان کی سرحدیں پھلانگ کر صدیوں تک انسانیت کے مشام جاں کو معطر ومستفید کرتی رہتی ہے، انھیں حالات کے کسی بھی تناظر میں دیکھا جائے اور زندگی کے کسی بھی موڑ پر ملاحظہ کیا جائے، ایسا لگتا ہے گویا یہ تحریریں اِنھیں حالات وواقعات کو سامنے رکھ کر سپرد قلم کی گئیں ہیں۔

مختصر یہ کہ تحریر کی اہمیت وافادیت صدیوں تک برقرار اور فیض باررہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام اور مبلغین اسلام نے دیگر طرق تبلیغ کے ساتھ ساتھ تحریر کو بھی ایک مؤثر ذریعۂ تبلیغ کے طور پر اپنایا اور اس سلسلے میں کتب ورسائل کا ایک بڑا ذخیرہ ہمیں عطا فرمایا ہے۔

حجۃ الاسلام نے تقریر، تدریس اور تحریر یعنی تینوں طرق تبلیغ بروئے کار لاکر مذہب وملت کی ترویج واشاعت کا فریضہ انجام دیا ہے، جہاں آپ نے اپنی تقریر پر تنویر سے ہزاروں گم گشتگان راہ کو صراط مستقیم پر گامزن فرمایا اور قلب وجگر میں بس جانے والی اپنی تدریس سے ہزاروں علما وفضلا پیدا کر کے قوم وملت کے حوالے کئے، وہیں اپنی معرکۃ الآراء اور دل نشیں تحریر کے ذریعہ اسلامیان ہند کے ایمان واسلام کی حفاظت وصیانت کا بے مثل کارنامہ انجام دیا ہے، آپ کے فتاویٰ، آپ کے کتب ورسائل اور آپ کی نظم ونثر کے مطالعہ سے یہ حقیقت واشگاف ہوجاتی ہے کہ آپ تحریری اور صحافتی میدان کے بھی شہسوار ہیں۔

۱۳۴۵ ہجری میں آپ کی زیر سرپرستی "ماہنامہ یادگار رضا" بریلی شریف کا اجرا ہوا، جس کی ادارت کی ذمہ داری حضرت علامہ مفتی قاضی احسان الحق صاحب نعیمی کو تفویض کی گئی، اس رسالہ

کا پہلا شمارہ ربیع الاوّل شریف کے مبارک و مسعود مہینے میں منصۂ شہود پر آیا۔

یادگار رضا کے افتتاحی شمارے کو منظر عام پر لانے کے لئے ماہ ربیع الاوّل شریف کا انتخاب کر کے ذمہ داران ادارہ نے یہ پیغام دے دیا کہ جس طرح اس بابرکت مہینے میں اس خاکدان گیتی پر رونق افروز ہونے والے محسن کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کو کفر و شرک، جنگ و جدال اور جہالت و رذالت سے نجات عطا فرما کر امن و آشتی کا گہوارہ بنا دیا، اسی طرح یہ رسالہ بھی احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دینے کے لئے ظہور پذیر ہوا ہے۔

یادگار رضا کے دوام و بقا کے لئے حضور حجۃ الاسلام نے فی البدیہہ یہ چار مصرعے فصیح و بلیغ عربی میں ارشاد فرمائے جو "کلمات طیبات" کے عنوان سے رسالہ کے صفحہ نمبر ۲ پر اشاعت پذیر ہوئے، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

هَامُبَسْمِلاً وَّ مُحَمْدِلاً وَّ مُسَبِّحاً وَّ مُهَلِّلاً
وَمُحَمِّداً وَّ مُصَلِّيًا وَّ مُسَلِّماً وَّ مُحَوْقِلاً
وَمُجَعْلِفًا وَّ مُدَمْعِزاً وَّ مُطَلَبَقَاهَا مُجَلَّةً
رَضَوِيَّةً حَسَنَا تَهَابَرَكَاتُهَا فَتَقَبَّلاً

نیز آپ کے شہزادۂ اکبر مفسر اعظم حضرت علامہ مفتی ابراہیم رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز نے "خیر مقدم" کے عنوان سے ایک شاہکار نظم قلم بند فرمائی، یہ نظم بھی پہلے شمارے کے صفحہ نمبر ۲ پر ہی موجود ہے:

مجلہ کہ ایدون بدیساں برآمد
بایزد کہ ارمان ارماں برآمد

بعلم کلام آمدہ ماتریدی
بفقہ حنیفی چوں نعماں برآمد

بہ بزم روایت زانوار سنت
بمصاح مشکوۃ ایمان برآمد

صلائے تعرف صدائے تصوف
بگوش حقیقت نیوشاں برآمد

نشیدی حجازی بہ کلبام بلبل
سرودے زکلبانگ مستاں برآمد

بشعر و سخن بلبلے خوشنوا
بصحن گلستاں غزلخواں برآمد

زلازل دراجداث نجدی قتادہ
زاجساد وہابیہ جاں برآمد

خوشا نسخہ ازاشارات حکمت
شفائے دل و راحت جاں برآمد

بیاد رضا یادگار رضا
تسلی دہ دردہجراں برآمد

براہیم چوں خرد را داد جنبش
غریو از ہزبرے نیستاں برآمد

رسالہ ملاحظہ فرما کر حضور ملک العلما حضرت علامہ مفتی سید محمد ظفر الدین بہاری علیہ رحمۃ الباری نے ان الفاظ میں اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا:

"مکرمی جناب نواب سعید احمد خاں صاحب ناظم جماعت مبارکہ زید مجدہم .................... السلام علیکم

رسالہ مبارکہ یادگار رضا کے مطالعہ سے مشرف ہوا، جس درجہ قابل قدر کام کی طرف جناب نے توجہ فرمائی، بیان سے باہر ہے جزاکم اللہ تعالیٰ، مولیٰ تعالیٰ اس رسالہ کو مسلمانوں خصوصاً سنیوں خصوصاً رضویوں کے لئے مفید بنائے اور ان کے دلوں کو اس کی خریداری و مطالعہ کی طرف مائل کرے، آمین۔" [یادگار رضا، جمادی الاخری ۱۳۴۵ھ، ص ۲۸]

رسالے کے مضامین کی نوعیت کیا ہوگی، قلم کار کیسے ہوں گے، اس کا علمی منہج اور اس کی اخلاقی روش کیا ہوگی؟ اس تعلق سے یادگار رضا کے اولین شمارے کے قانونی صفحہ پر "اغراض و مقاصد رسالہ" کے ضمن میں یہ الفاظ درج ہے:

"اسلام کی حمایت، مذہب اہل سنت کی نصرت، مخالفین کے جواب مسلمانوں کی مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اصلاح۔" [ص ۱]

پھر "خصوصیات" کے ذیل میں یوں تحریر ہے:

"(۱) مضامین معتمدین علمائے اہل سنت اور بہترین اہل قلم کے درج کئے جائیں گے۔ (۲) زبان کے حسن ولطافت کا خاص لحاظ رہے گا۔ (۳) ہر مسئلہ پر سنجیدگی اور متانت سے محققانہ بحثیں ہوں گی۔ (۴) مبالغہ اور افراط وتفریط سے اجتناب لازم ہوگا۔" [ص ۱]

اس اجمالی وضاحت سے رسالہ کے پاکیزہ مقاصد اور اس کے اعلیٰ ترین معیار کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، مزید مدیر رسالہ حضرت علامہ قاضی احسان الحق صاحب نعیمی اپنے پہلے اداریئے میں رسالہ کے اغراض ومقاصد پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام مبارک کا کتب ورسائل کی شکل میں شائع کرنا اور طلب گاروں تک پہنچانا، یہ کام تو آج تک جماعت (رضائے مصطفےٰ) انجام دے رہی ہے مگر آستانۂ مبارکہ کی اطلاعات اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زندگی کے پاکیزہ حالات جو رضویوں کے لئے راحت روح اور تسکین قلب ہیں، ان کا کوئی انتظام نہ تھا۔

اس فقیر نے اس کا احساس کیا اور چاہا کہ ایک ایسا سلسلہ قائم کیا جائے جس سے وابستگان دامن اعلیٰ حضرت قدس سرہ دور افتادگی میں بھی آستانہ کے حالات سے بے خبر نہ رہیں، مسلسل طور پر ماہ بماہ ان کو یہاں کے حالات کی اطلاع مل جایا کرے اور آستانۂ مبارکہ سے ایک ماہوار رسالہ پہنچ کر ان کی تسکین خاطر کرے، مہینہ بھر تک اس سے اپنے آقا کے دیار کی خبروں کے مزے لیا کریں اور محبت کی نگاہوں سے دیکھا کریں، عقیدت کے جذبات سے سینوں پر رکھا کریں، شوق کے عالم میں زبان حال سے پوچھا کریں: اے نامۂ محبوب تو کس کی یادگار ہے، کہاں سے چلا ہے، کیا دل آویز خوشبوؤں میں بسا ہے، کیسی روح افزا تجلیاں لایا ہے، کس کی خبریں سناتا ہے، تیرے پاس کیسے کیسے انمول موتی ہیں، اسلامی حمایت کے لئے تیرے دست وباز کیسے چست ہیں، خدمت دین میں تیری کمر کس مضبوطی سے بندھی ہے، اے میدان کے مرد! دین کے حامی! میری آنکھوں میں آ، دل میں سما، تو میرا رفیق جان ہے، محبوب (اہل) ایمان ہے۔

شاباش خدا تجھے زندہ سلامت رکھے، دن دونی رات چوگنی ترقی ہو، تو ٹوٹے دل کا سہارا ہے بے کس کا انیس ہے، مرحبا مرحبا، ایک عاشق، محبوب کی خبر لانے والے کی جو قدر کرتا ہے، کاغذ کے صفحات پر اس کا پورا نقشہ کھینچا نہیں جا سکتا ہے، میری اس خدمت کی قدر دانی وہی لوگ کرسکیں گے جن کا دل اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن کرم سے بندھا ہوا ہے۔

آستانہ کی حاضری کے زمانہ میں بہترین خدمت جو میں کر سکتا ہوں اور نفیس ترین ہدیہ جو رضوی احباب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں وہ یہ ماہوار رسالہ یادگار رضا ہے، مجھ سے جو ہو سکا، میں نے اپنی خدمت انجام دی، جماعت مبارکہ نے اپنی سعیٔ بے دریغ خرچ کی آپ کو آپ کے آقا کی خدمت سے بہرامند ہونے کے لئے زر کثیر صرف کیا، اب آپ کی ہمت ہے، آپ کا حوصلہ ہے، آپ کی اولوالعزمی ہے، آپ کے جذبات محبت کو دیکھنا ہے کس عظمت واحترام سے، کس قدر دانی اور محبت سے، کس خاطر ومدارت، کس اخلاص وعقیدت سے آپ ایسے پیارے مہمان کی میزبانی کرتے ہیں۔" [ص ۴-۵]

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی زیر ادارت دنیائے صحافت میں قدم رکھنے والے اس رسالہ کے "بچپنے کی پھبن" دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، اپنے وقت کے مایہ ناز اہل قلم نے اپنے قلمی رشحات سے اس کی آبیاری کی، معتبر اہل فن نے اپنے فن پاروں سے اس کی زلفیں سنواریں اور قابل ترین صاحبان علم ودانش نے اپنے بصیرت افروز زرنگاری سے اس کی نوک پلک درست کی۔

اس رسالے کے مستقل قلم کاروں اور کالم نگاروں میں حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند، صدرالافاضل، ملک العلما، برہان ملت، استاذ زمن، مفسر اعظم ہند، حضرت علامہ سید اولاد رسول سید محمد میاں مارہروی، حضرت علامہ قاضی احسان الحق نعیمی، حضرت علامہ مفتی ابوالمعانی محمد ابرار حسن صدیقی تلہری، حضرت مولانا ابوالفرح محمد

علی آنولوی، حضرت مولانا تقدس علی خاں بریلوی، نبیرۂ حافظ الملک حضرت مولانا نواب وحید احمد خاں بریلوی ایل ایل بی، حضرت مولانا عبدالعزیز خاں، حضرت مولانا عرفان علی بیسل پوری، حضرت مولانا ہدایت یار خاں قیس رام پوری، حضرت مولانا محمود جان جام جودھپوری، ابوالحسنات حضرت مولانا حکیم سید محمد احمد الوری، حضرت مولانا ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ جلال پوری، حضرت مولانا مفتی ابوالمساکین محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی، حضرت مولانا محمد شمس الدین اشرفی کچھوچھوی، حضرت مولانا سید حبیب احمد مدنی تلہری ایڈیٹر: الجدید، بریلی شریف، حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب بدایونی، حضرت مولانا عنایت محمد خاں غوری فیروز پوری، نواب حامد علی خاں اشرفی بریلوی، حضرت مولانا سید محمد آصف کان پوری، حضرت مولانا لطیف الدین صاحب فرنگی محلّی، حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مالیگاؤں، عالی جناب بدر الدین صاحب گوجرانوالہ پاکستان جیسے حامیان اسلام، صاحبان فکروفن اور دانشوران قوم وملت شامل تھے۔

حضرت قاضی صاحب کی زیر ادارت یادگار رضا کے صرف تین شمارے ہی منظر عام پر آئے تھے کہ کسی ناگزیر صورت حال کے سبب آپ اس کی ادارت سے سبکدوش ہو گئے، اس کے بعد ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۵ ہجری میں یہ رسالہ ابوالمعانی حضرت علامہ مفتی محمد ابرار حسن صدیقی صاحب تلہری کی زیر ادارت آ گیا جبکہ نائب مدیر کی حیثیت سے حضرت علامہ ابوالفرح محمد علی حامدی آنولوی کی خدمات حاصل کی گئیں، حضرت صدیقی صاحب اپنے پہلے اداریئے میں یوں رقم طراز ہیں:

"مجھ سے پیشتر یادگار رضا کی قلمی خدمات کے لئے محترمی حضرت مولانا قاضی احسان الحق صاحب نعیمی مدظلہ کا انتخاب ہوا تھا، بلکہ یادگار رضا کا افتتاح انھیں کے دست ادارت سے ہوا، قاضی صاحب کے عہد میں یادگار رضا نے اپنی جو حیثیت قائم کی اور انھوں نے یادگار رضا کو جس سطح تک پہنچایا اور اپنا دورۂ ادارت جس خوش اسلوبی سے پورا کیا، یہ جملہ امور ارباب نظر پر مخفی نہیں، میرے نزدیک قاضی صاحب کا یہ کمال ہی قابل تحسین ہے کہ وہ گو یادگار رضا کو اوج کمال تک اس زمانۂ قلیل میں نہ پہنچا سکے مگر یہ کام بھی کیا کم ہے کہ انھوں نے اس کی فضائے ارتقا کو زوال پذیر نہ ہونے دیا، اس حقیقت کا اعتراف قرین انصاف ہے کہ قاضی صاحب کو یادگار رضا سے خلوص اور اس کی خدمات کی انجام دہی میں گونہ دلچسپی تھی، ان کی دلی تمنا تھی کہ وہ جلد از جلد یادگار رضا کو معراج ارتقا پر گامزن دیکھتے مگر افسوس کہ ان کی یہ آرزو دائرۂ تمنا سے نکل کر سرگرم عمل نہ ہو پائی تھی کہ دفعتاً ان کے ذاتی اور خاندانی علائق نیز ان کی علالت نے ان کو مجبور کر دیا، ان میں اس ودیعت کی بار برداری کی تاب نہ رہی، اِدھر تو ان کی مجبوریوں نے ان کو اس اہم اور ضروری خدمت سے بے نیاز کیا اور اُدھر کاتب قدرت نے ان پر حکم معذوری نافذ فرمادیا، یہ زمانہ یادگار رضا کے لئے نہایت ہی نازک اور پر آشوب تھا اور اس کو خدمات قلمی کی سخت احتیاج! بالآخر ارباب حل وعقد نے مجھ کم مایہ اور قلیل البضاعت کو اس گنجینۂ علم وخرد کا کلید بردار بنایا اور ودیعت ادارت میرے سپرد کر دی۔" [ص ۳-۴]

مدیر ثانی حضرت علامہ ابوالمعانی محمد ابرار حسن صدیقی تلہری علیہ الرحمہ ایک نابغ نظر اہل قلم اور نبض شناس صحافی تھے، آپ کی نوک قلم سے نکلے اس ادبی شہ پارے کو ملاحظہ فرمائیے اور یہ اندازہ لگائیے کہ رسالہ کا ادبی معیار کس بام عروج پر فائز تھا:

"اے گل اور اے پھول یہ تیری نرم نرم پتیاں، تیرا ہلکا ہلکا رنگ تیری بھینی بھینی خوشبو مجھے مست وسرشار کئے دیتی ہے، اُف تیری نرم نرم نازک پتیوں میں کس بلا کی رعنائی ہے، تیرا ہلکا ہلکا رنگ کس قدر جاذب روح ہے، تیری بھینی بھینی اور دل فریب خوشبو کس درجہ مشام نواز ہے، اے مجسمۂ حسن! اے رعنا گل! تجھے دیکھ کر مجھ پر ایک کیف ساطاری ہے، میرا دل وجد کرتا ہے اور میرے جذبات معنوی میں ایک طلاطم برپا ہے، میں تجھے دیکھتا ہوں اور میرا طاؤس روح فرط ذوق میں رقصاں ہے، اے نوائے باصرہ نواز گل اور اے

شامہ نواز پھول! آ آ اور میری مشام نوازی کر، آ اے گل! اپنی مشک باریوں، اپنی عطر بیزیوں اور اپنی عنبر افشانیوں سے میری مرتعش روح کو سکون مطلق کی نوید جانفزا دے۔

اے سبز پتوں میں منہ چھپانے والے گل! اور اے سبز چلمن کی آڑ سے جھانکنے والے پھول! آ آ میرے سامنے بے حجابانہ آ اور مجھے محروم طرب نہ رکھ، تیری ہر ہر جنبش کی وجد آفریں کیفیات مجھے تڑپا رہی ہیں، تو اے شاخ پر خار پر صبا کے جھونکوں سے عالم کیف میں لُوٹنے والے پھول! کہیں نوک خار تیرے لطیف اور نازک جسم کو مجروح نہ کر دے۔

آ آ اے گل آ میں تجھے اپنے غنچۂ دل میں رکھ لوں لیکن اُو گل! تو گریۂ شبنم پر کھل کھلا کر نہ ہنس اور محو وارفتۂ حسن صنعت کو خندۂ دندان نما سے وقف اضطراب نہ کر، اے پیارے اور اے خوشنما گل! تو اپنے اس وقت کو یاد کر جب کہ تو اسرار قدرت کا ایک سربستہ غنچہ تھا، تو پیکر حیا تھا، تیرے تبسم میں دوشیزگی کی ایک شان تھی اور تو خود ایک دوشیزہ تھا، دیکھ اُو خود نما گل! مجھے ڈر ہے کہ کہیں تیرا خندۂ بیجا تیری ساری رعنائیوں کو پامال فنا نہ کر دے۔" [جمادی الاولی ۱۳۴۵ھ، ص ۳]

یہ رسالہ بیک وقت مذہبی بھی تھا اور ادبی بھی، تاریخی بھی تھا اور معاشرتی بھی، اس کے مضامین مذہبی تقدس، تاریخی موشگافی، معاشرتی خوشبو اور ادبی چاشنی سے لبریز ہوا کرتے تھے، اس کے مضامین حسن انتخاب کا بے مثل نمونہ ہوتے تھے، اس کے ہر مضمون پر مدیر کی مدبرانہ، ناقدانہ اور ذمہ دارانہ نظر ہوتی تھی، ایک موقع پر اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ یادگار رضا کی طرف برادران اہل سنت کی توجہ مبذول کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے صدر دفتر سے رسالہ یادگار رضا زیر سرپرستی حضور حجۃ الاسلام حضرت مولانا مولوی مفتی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری سجادہ نشین آستانۂ رضویہ ہر قمری ماہ کی ابتدائی تاریخوں میں شائع ہوتا ہے، کارپردازان رسالہ نے یادگار رضا کو حسن ظاہری سے عروس نو بنانے میں سعی بلیغ کے صرف میں کوتاہی نہیں کی، یادگار رضا میں اکابر علمائے کرام اور مشاہیر قوم کے بلند پایہ مضامین شائع ہوتے ہیں جو دینی، مذہبی، تمدنی، معاشرتی، اقتصادی، اخلاقی معلومات سے بھرپور ہوتے ہیں۔

لکھائی، چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ اور دیدہ زیب ہے، سرورق پر مدینہ طیبہ کا عکس نقشہ رسالہ کی رونق دوبالا کرتا ہے، سالانہ چندہ مبلغ ۳؍روپے ہے، ہم اپنے تمام حضرات اہل سنت ناظرین کرام سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے ترجمان کی خریداری سے جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔" [ہفت روزہ دبدبہ سکندری رام پور، بابت ۶؍ اگست ۱۹۲۸ء، نمبر ۷، جلد ۶۶، ص ۱۵]

یادگار رضا نے ایک ایسے حوصلہ شکن ماحول میں اپنی آنکھیں کھولیں، جس ماحول میں اکثر رسالے زمانے کی بے اعتنائیوں کے زخم کھا کھا کر دم توڑ دیتے ہیں، یہ امام احمد رضا کی زندہ کرامت اور حجۃ الاسلام کی فیض بار سرپرستی کا کرشمہ ہی تھا کہ ایسے صبر آزما اور سخت ترین حالات میں یادگار رضا نے جنم لے کر نہ صرف اپنی زندگی بچائی بلکہ نت نئی ترقی کی شاہراہیں طے کرتے ہوئے بام عروج پر اوج ثریا سے آنکھیں بھی چار کیں۔

چنانچہ یادگار رضا کے مدیر دوم ابوالمعالی حضرت علامہ مفتی ابرار حسن تلہری قدس سرہ العزیز اپنے ایک اداریے میں یوں رقم طراز ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ یادگار رضا نے جس وقت سے اس خاکدان عالم میں قدم رکھا اُس وقت سے لے کر اِس وقت تک بلا کسی ناگوار تعویق و تاخیر کے برابر دور افروز ہے اور عالم امکان کی تشنہ سرور محافل و مجالس میں قابل ستائش اور غیر معمولی استقلال کے ساتھ اپنی صہبا چکاں اور کیف آگیں مضامین سے ارباب ذوق کو دعوت طرب دے رہا ہے، اس موقع پر اس حقیقت کا اظہار بے جا نہ ہوگا کہ اس مجلۂ علمی کو جن جن صبر آزما اور حوصلہ شکن حوادث سے دوچار ہونا پڑا، اس پر جیسے جیسے باد مخالف کے جھونکے آئے، بجلیاں گریں، ان ناخوش گوار اثرات کی شعلہ فشانیوں اور آتش سامانیوں

اداریہ

سے اس نونہال علمی کے قلب نازک کا متأثر ہوکر اس کی مستانہ خرامی کا کچھ زمانہ کے لئے محو سکون ہوجانا کچھ مستبعد نہ تھا مگر اس گلشن عالم کے مالک و خالق کے ابحار کرم کی تموج آفرینیوں کے صدقے کہ جن کی لاتعداد آبیاریوں نے اس نہال نو دمیدہ میں روح نو پھونک کر نہ صرف اس زمانۂ قلیل میں اس کو فضائے ارتقا کی جانب مائل پرواز کر کے سطحۂ ارتقا پر محو جلوہ آرائی کیا بلکہ اس کی متزلزل بیخ و بنیاد کو وہ استحکام بخشا کہ اب بتوفیقہ تعالیٰ یادگار رضا ان ناخوش گوار باد مخالف کے جھونکوں کو موج صبا تصور کر کے ان کے ساتھ خوش فعلیاں کرنے کے لئے تیار ہے۔

یہ امر یادگار رضا کے لئے مایۂ صد نازش و افتخار ہے کہ ہنگام آغاز سے اس وقت تک باوجود یکہ ناظرین یادگار رضا میں ارباب ذوق اور اہل علم حضرات کی کمی نہیں مگر پھر بھی ہندوستان کے کسی گوشہ اور کسی چپہ سے یادگار رضا کی کسی بے اعتنائی کی آواز نہ اٹھائی۔

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ یادگار رضا کا یہ دور حیات انتہائی صبر آزما اور سخت ترین دور تھا نیز بمقتضائے کم سنی و کم عمر جس طرح کہ ایک کم سن مگر مشاہد رعنا سے کہ ادائے استغنا جس کے حسن خداداد کی ایک جزو لاینفک ہوا گرچہ اس مجسمۂ رعنائی کی بدر سیما پیشانی پر قلم قدرت نے حرف وفا منقوش ہی کیوں نہ فرمادیا ہو، مگر حرماں نصیب ارباب وفا کو ایک محدود زمانہ تک محروم طرب رکھ کر آتش ہجر میں شعلۂ اشتیاق بھڑکانے اور ان کی ساری توجہات کو اپنے اندر جذب کر کے عقد موانست مستحکم کرنے کی خاطر ارتکاب بے اعتنائی ایک امر لازمی ہے۔

اس طرح یادگار رضا سے کسی بے اعتنائی کا صدور قرین عقل اور ممکن الوقوع تھا مگر یہ امتیاز خصوصی یادگار رضا اور صرف یادگار رضا ہی کو حاصل ہے کہ اس مجسمۂ وفا نے اس کم سنی میں اس حوصلہ شکن اور سخت ترین دور حیات میں ارتکاب بے اعتنائی کے بدنما داغ سے اپنے دامن کو ملوث نہ ہونے دیا اور اہل ذوق کو ایک لمحہ کے لئے بھی محروم طرب نہ رکھا، یادگار رضا کی اس دل کش ادا نے نہ صرف ان حضرات ہی کے قلوب کو دعوت تسخیر نہ دی کہ جن کو یادگار رضا سے گونہ تعلق ہے اور جن کی خدمت میں یادگار رضا کو ہر ماہ باریابی کا فخر حاصل ہے بلکہ اس کی دل فریب اور جاذب توجہ ادا پر اغیار واجانب بھی بے اختیار لوٹ گئے۔"

[یادگار رضا بریلی شریف، بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ، نمبر ۱۱، جلد ۱، ص ۳۔۴]

یادگار رضا کے مضامین گواہ ہیں کہ کہ اس اپنے دور کے ہر چیلنج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مذہب اسلام پر ہونے والے اہل باطل کے حملوں کا منہ توڑ جواب دیا، چنانچہ جب شردھانند آریہ اور دیانند آریہ نے اسلام، قرآن اور مسلمانوں پر اعتراضات کا طوفانی حملہ کیا تو یادگار رضا نے "دیانند آریہ، ستیارتھ پرکاش کے قرآن پاک پر اعتراض اور ان کے جواب" جیسے مضامین کے ذریعہ ان کا رد بلیغ کیا اور جب قربانی اور گوشت خوری پر حملہ ہوا تو "اسلام اور قربانی، انسانی فطرت اور گوشت خوری" جیسے حقائق پر مبنی مضامین کے ذریعہ یادگار رضا نے اسلام کا دفاع کیا اور جب اسلام پر یہ الزام عائد کیا جانے لگا کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے تو یادگار رضا نے "اسلام اور تلوار" جیسے بصیرت افروز مضامین کے ذریعہ اس باطل الزام کی تردید کی حتی کہ جب مسئلۂ کفو پر غیر تو غیر اپنوں نے واویلا کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہا تو یادگار رضا نے باضابطہ "مؤمن نمبر" کے ذریعہ احقاق حق اور ابطال باطل کا اہم فریضہ انجام دیا۔

ذیل میں ہم یادگار رضا کے اس "مؤمن نمبر" کا تعارف جو ہفت روزہ دبدبہ سکندری رام پور میں شائع ہوا تھا نقل کرتے ہیں:

"یوں تو اخبارات و رسائل کے خاص نمبر شائع ہو ہو کر برابر ملک و قوم کے سامنے آتے رہتے ہیں مگر ان میں ایسے مفید اور کارآمد مضامین کا عنصر کمی کے ساتھ پایا جاتا ہے کہ جس سے ملک و قوم کافی فائدہ حاصل کر سکے، مؤمن نمبر میں جس مسئلہ پر (یعنی کفو پر) قلم اٹھایا گیا ہے یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جملہ مسلم اقوام کے ہر ہر فرد پر واجب ہے کہ اس سے واقفیت

حاصل کرے، اس لئے کہ تاوقتیکہ اس مسئلہ کا کا شادی بیاہ کے معاملہ میں کافی لحاظ نہ کیا جائے ،شادی خانہ بربادی کا باعث ہوجاتی ہے ،مسلمانوں کی ساری قومیں زمانۂ قدیم سے لے کراس وقت تک اس مسئلۂ شرعی پر سختی کے ساتھ عمل کرتی چلی آرہی ہیں مگر آج کل اس مسئلۂ شرعی کی نہایت شدومد کے ساتھ مخالفت کی جارہی ہے اور خصوصاً ہمارے مؤمن بھائی (یعنی جامہ باف حضرات) کا قدم میدان مخالفت میں نہایت سرعت کے ساتھ اٹھ رہا ہے، اس لئے کہ انھیں اس غلط فہمی میں مبتلا کیا گیا ہے کہ تمہیں علمائے اسلام شیخ ، سید، مغل، پٹھان کا کفو نہیں قرار دیتے اور اپنے فتاویٰ میں رذیل وذلیل لکھتے ہیں، ہم جملہ مسلم اقوام سے عموماً اور اپنے مؤمن بھائیوں خصوصاً اپیل کرتے ہیں کہ وہ مؤمن نمبر کا ضرور مطالعہ کریں، ان کو اس مسئلہ میں جس قدر غلط فہمی اور شکوک پیدا ہو گئے ہیں، وہ سب رفع ہو جائیں گے ،مؤمن نمبر میں مسئلۂ کفو پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے ،مؤمن نمبر کے صفحات اکابر علماء کے مضامین سے مزین کئے گئے ہیں، اپنے کفو میں شادی بیاہ کرنے میں جو حکمتیں ہیں ان کو ظاہر کیا گیا ہے ،غیر کفو میں نکاح کرنے سے جو برے نتائج پیدا ہوتے ہیں، ان کا ثبوت دیا گیا ہے ،مؤمن نمبر میں مولوی سید سلیمان صاحب ندوی کے رسالہ ''کفو'' کا زبردست رد ہے ، ہمارے مؤمن بھائیوں کو اس مسئلہ میں علمائے حقانی کی جانب سے جو غلط فہمیاں پیدا ہوگئیں ہیں، ان کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے ہیں، اس مسئلہ کی مخالفت میں مخالفین کے علماء وائمہ خود حضور سید والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو افترآت جڑے ہیں، ان کا شافی جواب ہے۔''

[ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور، ۱۸؍فروری ۱۹۲۹ء، جلد ۶۶ ،ص ۷]

مؤمن نمبر کے گہرے مطالعہ کے بعد ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور کے مبصر اپنے تبصرہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

''الحمد للہ جناب ابو المعانی مولانا مولوی منشی محمد ابرار حسین صاحب صدیقی تلہری مدیر رسالہ یادگار رضا بریلی کے سعی جمیلہ سے رسالہ یادگار رضا کا خصوصی نمبر بنام ''مؤمن نمبر'' شائع ہوگیا ہے، ہم نے اس نمبر کو نہایت دلچسپی سے پڑھا، جہاں تک ہماری رائے ہے ، یہ نمبر علمی وفقہی معلومات کا گنجینہ ہے ، فاضل مدیر نے کاغذ اور لکھائی وچھپائی کے اعتبار سے ہر طرح دیدہ زیب بنانے کی بلیغ کوشش کی ہے اور اس کے اوراق کو اکابر علمائے اسلام کے نہایت دلچسپ، مفید اور کارآمد مضامین سے مزین کیا گیا ہے، مؤمن نمبر میں مسئلۂ کفو پر خصوصیت سے قلم اٹھایا گیا ہے، آج ہندوستان کی بعض قومیں جو مسئلۂ کفو کی مخالفت کر رہی ہیں، وہ حقیقتاً شریعت طاہرہ کو پیٹھ دے رہی ہیں، یہ مسئلہ جس کا فیصلہ حضرات ائمہ وعلما مدتوں پیشتر فرما چکے تھے آج پھر (اسے) معرکۃ الآراء بنایا جا رہا ہے، اس لئے خصوصیت سے اس کی کافی معلومات حاصل کرنا تمام مسلم اقوام پر لازم ہے ، مؤمن نمبر میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کفائت کا شرعاً، عقلاً اور عرفاً ہر طرح اعتبار لازم ہے، اس مسئلۂ کفائت پر جس دل نشین اور دلچسپ پیرایہ وانداز میں روشنی ڈالی گئی ہے وہ قابل دیدو شنید ہے، جس کا اسلوب بیان نہایت ہی مؤثر ودل کش ہے، جامہ باف اصحاب میں مسئلۂ کفائت کے ضمن میں جو غلط فہمیاں شریعت وعلمائے شریعت کی طرف سے پیدا کردی گئی ہیں، مؤمن نمبر میں ان سب بالکلیہ ازالہ کردیا گیا ہے، مؤمن نمبر میں حالات افغانستان پر بھی شرعی نقطۂ نظر سے زبردست تبصرہ کیا گیا ہے، امان اللہ خاں اور بچہ سقہ کا حکم بتایا گیا ہے، امان اللہ خاں پر الزام کفر اور بچہ سقہ کی بغاوت اور یہ کہ بچہ سقہ حکومت وجہاں بانی کا اہل ہے یا نہیں، ان امور پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے، اس مضمون کا مسلمانوں کے لئے مطالعہ کرنا بے حد ضروری ہے، اخباروں کی کورانہ تقلید سے بچیں اور حقیقت رس بنیں۔''

[ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور، فروری ۱۹۲۹ء، نمبر ۴۰، جلد ۶۶ ،ص ۷]

یادگار رضا کے دو کامیاب خصوصی نمبر بھی شائع ہوئے، ایک ''کانگریس نمبر'' اور دوسرا ''مؤمن نمبر'' کانگریس نمبر کے مطالعہ

سے اس کا اصلی چہرہ سامنے آجائے گا کہ اس کی تحریکات نے ہندوستان کو فائدہ پہنچایا نقصان؟ کانگریس مسلمانوں کے لئے قومی ومذہبی اعتبار سے مہلک ہے یا مفید؟ کانگریس میں مسلمانوں کو شرکت کرنا چاہیئے یا نہیں؟ ان سارے سوالوں کا جواب آپ کو یادگار رضا کے کانگریس نمبر میں مل جائے گا۔

اس نمبر میں ممتاز العلما حضرت علامہ مفتی اولادرسول سید محمد میاں صاحب مارہروی قدس سرہ کا مضمون ''کانگریس کی بخیہ دری''، حضور مفتئ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کا مضمون ''کانگریسی پٹھوؤں کی داستان دلریش'' ابوالمعانی حضرت علامہ مفتی ابرار حسن صدیقی صاحب تلہری کا مضمون ''کانگریس کی حقیقت اور اس کی تحریکات'' اور مصور جذبات حضرت علامہ سید حبیب احمد صاحب تلہری کا مضمون ''کانگریس اور مسلمان'' شامل ہے۔

مذکورہ سطور سے جہاں یہ امر واضح ہوتا ہے کہ یادگار رضا نے باطل کے ہر اعتراض کا منہ توڑ جواب اور ہر طاغوتی حملہ کا مردانہ وار دفاع کرتے ہوئے اسلامیان ہند کی صحیح رہنمائی کی، وہیں حجۃ الاسلام کی قائدانہ صلاحیت، صحافتی ذوق اور مفکرانہ عظمت کا پتہ چلتا ہے، آپ کے پاس ہر ملی ومذہبی، سیاسی وسماجی، معاشی واقتصادی مرض کا تیر بہدف تریاق موجود تھا، چنانچہ جب مذہب وملت کو عملی تریاق کی ضرورت پڑی تو آپ نے جماعت رضائے مصطفےٰ کے ذریعہ عملی محاذ قائم فرما کر بروقت درپیش مسائل و امراض کا میجر آپریشن کیا اور جب قلمی وتحریری معرکہ کی حاجت پیش آئی تو آپ نے یادگار رضا کے قلمی وصحافتی محاذ کے ذریعہ وقت کے اٹھنے والے ہر سوال کا مسکت شرعی اور سیاسی جواب دیا۔

راقم نے اس تابناک اور شہرۂ آفاق صحافتی کیئر کے حامل جریدے کے چند مجلدات کے سبزہ زار صحن سے نوع بنوع عطر بیز مقالات ومضامین کے تروتازہ گلدستوں کو تراش خراش کر ''مقالات یادگار رضا'' کے نام سے ایک ایسا چمن سجایا ہے جس میں ہر طرف رنگ برنگ کے مسحور کن اور فرحت بخش گل بوٹے مہک رہے ہیں، جسکی سیر کرنے والا کوئی بھی اپنے ذوق طبع کے مطابق جانفزا اور خوشنما گلوں کی گل چینی سے خود کو مدمست وسرشار کرسکتا ہے۔

مقالات یادگار رضا کے جدید وقدیم پیرایہ بیان اور اس کے حسین طرز نگارش کی سحر انگیزی لاشعوری طور پر قاری کے ذہن و فکر کو مسحور ومتاثر کرتی ہے، اس کے تحقیقی مواد جہاں اہل ذوق کو طبعی تسکین فراہم کرتے ہیں وہیں اس کے تقریری مواد طلبائے مدارس اسلامیہ کو اپنی جانب راغب کرتے ہیں، یعنی اس میں عام قارئین کے ساتھ ساتھ طلبہ کے لئے بھی بہت کچھ ہے۔ ◆◆

ص ۱۶ کا بقیہ.................

انھیں اپنی قمیص اس لیے پہنائی تاکہ یہ جنت کے لباس پہنیں اور میں ان کی قبر میں ان کے ساتھ لیٹا تاکہ قبر کی تنگی اُن پر سے کم ہو جائے، ابوطالب کے بعد یہی مجھ پر حُسن سلوک کرنے والی خاتون تھیں۔ (ابونعیم معرفۃ الصحابہ، مسند الفردوس)

......... جاری

ص ۱۶ کا بقیہ.................

کے مزار پُرانوار پر صبح قیامت تک اپنی رحمتوں کے پھول برسائے جن کی مساعی جمیلہ سے آج مسلک اعلیٰ حضرت ہر سنی صحیح العقیدہ کے دل میں چمک پیدا کر رہا ہے، آج کے پُرفتن دور میں مسلک اعلیٰ حضرت ہی چراغ ہدایت ہے۔ مسلک اہل سنت کا ہی ایک معنیٰ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' ہے۔

حضور احسن العلما علیہ الرحمہ کو قرآن شریف سے ایسا عشق تھا کہ جس وقت آپ دہلی اسپتال میں تھے تو **گیس** پر ہونے کے باوجود بھی ۱۴ پاروں کی تلاوت فرمائی، آپ اپنے اسلاف کی سچی یادگار تھے، بحمدہٖ تعالیٰ راقم کو کئی مرتبہ آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنے اور آپ کی مجالس میں بیٹھ کر پندونصائح سننے اور جی بھر کر زیارت کرنے کا موقع ملا، مذکورہ بالا مبارک کلام آپ نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی چہلم شریف کی مجلس میں پڑھا تھا، اس وقت راقم بھی وہاں موجود تھا، سیکڑوں علما ومشائخ اور لاکھوں کا مجمع جسے سن کر جھوم رہا تھا، جس کی مختصر تشریح آپ نے ملاحظہ کی، مولیٰ تعالیٰ ایسے بزرگ کامل کی روحانیت سے ہمیں ہمیشہ فیض یاب فرمائے، آمین۔ ◆◆◆

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

# احکام جنازہ

## مردے کی تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ کے تعلق سے ایک معلومات افزا سلسلہ

ہمارے یہاں آج بھی مردے کی تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ کے سلسلے میں بہت ساری غلطیاں اور جہالت کے رسم ورواج موجود ہیں، دیہی علاقے تو خاص کر بدعات ومنکرات اور خرافات کے شکار ہیں، جبکہ کچھ شہری علاقے بھی مذکورہ برائیوں سے اچھوتے نہیں، ذیل میں ہم انھیں برائیوں کے تعلق سے ''احکام جنازہ'' کے عنوان سے ایک معلومات افزا سلسلہ شروع کر رہے ہیں جسے حضرت مفتی صابر القادری صاحب فیضی نے تحریر فرمایا، مطالعہ فرمائیے اور فائدہ اٹھایئے۔ [فاروق]



**جب** کوئی مسلمان نزع میں مبتلا ہوا سے اسلامی طریقہ پر کلمہ کی تلقین کی جائے روح نکلنے کے بعد تجہیز وتکفین کا انتظام ہو، سنت کے مطابق تمام امور انجام دیئے جائیں، پھر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جائے، موت کے بعد اس پر نوحہ کرنا، چلّا کر رونا، کپڑے پھاڑنا، چہرہ نوچنا یہ سب جاہلیت کی باتیں ہیں، اسلام نے ان قبیح حرکات سے منع فرمایا ہے، ہاں بغیر آواز کے رونے اور اس میں آنسو نکلنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

### نزع کے وقت کلمہ طیبہ کی تلقین

جب آدمی نزع میں مبتلا ہو تو اُسے لاالٰہ الااللہ کی تلقین کی جائے یعنی اس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ملایا جائے، کیوں کہ لاالٰہ الااللہ سے مراد پورا کلمہ طیبہ ہے۔

تلقین اور اس کے طریقہ سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''دم نزع دو شیطان آدمی کے دونوں پہلو پر آ کر بیٹھتے ہیں، ایک اس کے باپ کی شکل بن کر دوسرا ماں کی، ایک کہتا ہے وہ شخص یہودی ہو کر مرا تو یہودی ہو جا کہ یہود وہاں بڑے چین سے ہیں، دوسرا کہتا ہے کہ وہ شخص نصرانی گیا تو نصرانی ہو جا کہ نصاریٰ وہاں بڑے آرام سے ہیں۔''

علما فرماتے ہیں کہ شیطان کے اغوا سے بچانے کے لیے نزع والے کو تلقین کا حکم ہوا، تلقین کا سبب یہ ہے کہ اس وقت شیطان آدمی کا ایمان بگاڑنے آتا ہے، لاالٰہ الا اللہ سے پورا کلمہ مراد ہے۔

فتح القدیر میں ہے کہ تلقین سے مقصود تعرض شیطان کے وقت ایمان کو یاد دلانا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اموات کو لاالٰہ الااللہ کی شہادت یاد دلائے اور اس یاد دلانے کی صورت یہ ہے کہ اس کی نزع میں اس کے پاس ایسی آواز سے کہے کہ وہ سُنے، اشھد ان لاالٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ پڑھیں۔

مجمع الانہر میں ہے کہ میت کو شہادت سکھائیں، اس کے عزیزوں، دوستوں پر لازم ہے کہ دونوں شہادتیں اس کے پاس پڑھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کا اخیر کلام لاالٰہ الا اللہ ہو وہ جنت میں جائے گا، بحر الرائق میں ہے: میت کو شہادت کی تلقین کریں یوں کہ اس کے پاس لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیں۔

کافی شرح وافی میں ہے کہ میّت کو شہادت کی تلقین کریں اور شہادت یہ ہے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت کو تلقین شہادت کا حکم فرمایا ہے۔ تلقین کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ خود اس کے پاس پورا کلمہ طیبہ پڑھیں تا کہ وہ سُن کر پڑھے اور یوں نہ کہیں کہ کہہ اور جب وہ دونوں جز کلمہ طیبہ کے کہہ لے تو اس سے دوبارہ کہنے کا اِصرار نہ کریں کہ کہیں اکتا

نہ جائے، ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی اور بات اس نے کی تو پھر تلقین کریں کہ آخر کلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۴، صفحہ ۱۰۱)

### غسل میت کا ایک اہم مسئلہ

کچھ لوگوں میں مشہور یہ ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کا انتقال ہوجائے تو دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی محض ہو جاتے ہیں، مرد نہ عورت کو دیکھ سکتا ہے نہ چھو سکتا ہے نہ جنازے کو کندھا دے سکتا ہے، اسی طرح عورت بھی مرد کو نہ دیکھ سکتی ہے نہ چھو سکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مرد کے بارے میں یہ مسئلہ صحیح ہے کہ وہ عورت کی وفات کے بعد اُسے غسل نہیں دے سکتا نہ اس کے بدن کو ہاتھ لگا سکتا ہے کہ موت کے سبب سے عورت بالکل محل نکاح نہ رہی، چھونے کا جواز صرف نکاح کی بنا پر تھا، ورنہ زن وشوہر اصل میں محض اجنبی ہوتے ہیں، اب نکاح زائل ہوگیا چھونے کا جواز بھی جاتا رہا یعنی زوجہ کے انتقال کے بعد شوہر کو اس کا منھ یا بدن دیکھنا جائز ہے قبر میں اُتارنا جائز ہے اور جنازہ تو محض اجنبی تک اٹھاتے ہیں، لہٰذا شوہر بھی اُٹھا سکتا ہے، ہاں! بغیر حائل کے اس کے بدن کو ہاتھ لگانا شوہر کو ناجائز ہوتا ہے۔ مرد کی وفات کے بعد عورت جب تک عدت میں رہتی ہے تو ایک طرح سے اس کے نکاح میں رہتی ہے اس لیے عورت جب تک عدت میں رہے شوہر مردہ کا بدن چھونا بلکہ اُسے غسل دینا بھی جائز رہتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۴، صفحہ ۹۶۱۶)

### مرد کے لیے کفن سنّت

مرد کے لیے تین کپڑے سنّت ہیں:

(۱) ایک تہبند کہ سر سے پاؤں تک ہو۔

(۲) کفنی گردن کی جڑ سے پاؤں تک۔

(۳) اور چادر کہ اس کے قد سے سر اور پاؤں دونوں طرف اتنی زیادہ ہو جسے لپیٹ کر باندھ سکیں۔

پہلے چادر بچھائیں، اس پر تہبند پھر میت مغسول کے بدن کپڑے سے صاف کریں پھر اس پر رکھ کر کفنی پہنا کر تہبند لپیٹیں، پہلے بائیں طرف پھر داہنی طرف لپیٹیں تاکہ داہنا حصّہ بائیں کے اوپر رہے پھر اسی طرح چادر لپیٹ کر اوپر نیچے دونوں جانب سے باندھ دیں۔

### عورت کے لیے کفن سنّت

اور عورت کے لیے پانچ کپڑے سنت ہیں، تین تو وہی ہیں جس کا ذکر مرد کے کفن میں کیا گیا ہے مگر مرد وعورت کے لیے کفنی میں اتنا فرق ہے کہ مرد کی قمیص عرض مونڈوں کی طرف چیرنا چاہئے اور عورت کا طول میں سینے کی جانب۔

چوتھے اوڑھنی جس کا طول ڈیڑھ گز یعنی تین ہاتھ ہو، پانچواں سینہ بند کہ پستان سے ناف تک بلکہ افضل یہ ہے کہ رانوں تک ہو، پہلے چادر اور اس پر تہبند بدستور بچھا کر کفنی پہنوا کر تہبند پر لٹائیں اور اس کے بال دو حصّے کر کے بالائے سینہ کفنی کے اوپر لا کر رکھیں اس کے اوپر اوڑھنی سر سے اوڑھا کر بغیر لپیٹے منھ پر ڈال دیں، پھر تہبند اور اس پر چادر بدستور لپیٹیں اور چادر اسی طرح دونوں سمت باندھ دیں، ان سب کے اوپر سینہ بند بالائے پستان سے ناف یا ران تک باندھیں یہ کفن سنت ہے۔

### مرد وعورت کے لیے کفن کفایت

کفن کافی اس قدر ہے کہ مرد کے لیے دو کپڑے ہوں، تہبند اور چادر، عورت کے لیے تین، کفنی وچادر یا تہبند اور تیسرے اوڑھنی اسے کفن کفایت کہتے ہیں اگر میت کا مال زائد اور وارث کم ہوں تو کفن سنت افضل ہے اور برعکس ہو تو کفن کفایت اولیٰ اور اس سے کمی بحالت اختیار جائز نہیں ہاں! وقت ضرورت جو میسّر آئے صرف ایک ہی کپڑا کہ سر سے پاؤں تک ہو مرد وعورت دونوں کے لیے کافی ہے۔

### کفن کے لیے سوال کرنا

جاہل محتاج جب ان کا مورث محتاج مرتا ہے تو لوگوں سے پورے کفن کا سوال کرتے ہیں یہ حماقت ہے، ضرورت سے زیادہ سوال حرام، اور ضرورت کے وقت کفن میں ایک کپڑا کافی، بس اسی قدر مانگیں، اس سے زائد مانگنا جائز نہیں ہاں اُن کے بے

مانگے جو مسلمان بہ نیت ثواب پورا کفن محتاج کے لیے دے گا تو اُسے پورے کا پورا ثواب رب تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

## نابالغ بچّے کا کفن

نابالغ اگر حدِّ شہوت کو پہنچ گیا ہے (یا پہنچ گئی ہو) جب تو ان کا کفن جوان مرد وعورت کے مثل ہے اور یہ حکم یعنی حدِّ شہوت کو پہنچنا لڑکے میں بارہ اور لڑکی میں نو برس کی عمر کے بعد نہیں رُکتا۔

جو بچے اس عمر وحالت کو پہنچیں ان میں اگر لڑکے کو ایک اور لڑکی کو دو کپڑوں میں کفنی دیدیں تو کوئی حرج نہیں اور لڑکے کو دو، لڑکی کو تین دیں تو اچھا ہے اور دونوں کو پورا کفن مرد و عورت کا دیں تو سب سے بہتر ہے اور جو بچہ مردہ پیدا ہوا یا کچا گر گیا اُسے بہر طور ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہئے کفن نہ دیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۴، صفحہ ۱۰)

## کفن پر پھول ڈالنا

کفن کے اوپر پھولوں کی چادر ڈالنے میں شرعاً بالکل حرج نہیں بلکہ نیت حسن سے حسن ہے جیسے قبور پر پھول ڈالنا کہ وہ جب تک تر ہیں تسبیح کرتے ہیں، اس سے میت کا دل بہلتا ہے اور رحمت اترتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۴، صفحہ ۱۲)

## کفن پر عہدنامہ وغیرہ لکھنا جائز ونافع

ہمارے علمائے کرام نے فرمایا کہ میّت کی پیشانی یا کفن پر عہدنامہ لکھنے سے اس کے لیے امید مغفرت ہے، امام طاؤس تابعی نے اپنے کفن میں عہدنامہ لکھے جانے کی وصیت فرمائی اور حسبِ وصیت ان کے کفن میں لکھا گیا۔

حضرت کثیر ابن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور صحابی ہیں خود اپنے کفن پر کلمہ شہادت لکھا۔

خود حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میّت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھ دے اُسے عذاب قبر نہ ہو، نہ منکر نکیر نظر آئیں اور وہ دعا یہ ہے: لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ لا الٰہ الا اللہ لہ الملك ولہ الحمد لا الٰہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (نوادر الاصول)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہر نماز میں سلام کے بعد یہ دعا پڑھے، فرشتے اُسے لکھ کر مہر لگا کر قیامت کے لیے اُٹھا رکھے گا، جب اللہ تعالیٰ اس بندے کو قبر سے اُٹھائے گا تو فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لائے گا اور ندا کرے گا کہ عہد والے کہاں ہیں؟ انہیں وہ عہدنامہ دے دیا جائے گا۔ (ترمذی)

امام فقیہ ابن عُجَیل نے اسی دُعائے عہدنامہ کی نسبت فرمایا جب یہ لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں رکھ دیں تو اللہ تعالیٰ اُسے سوال نکیرین وعذاب قبر سے امان دے۔ امام ابن حجر مکی نے ایک تسبیح کی نسبت جسے کہا جاتا ہے کہ اس کا فضل اس کی برکت مشہور ومعروف ہے بعض علمائے دین سے نقل کیا کہ اُسے لکھ کر میّت کے سینہ اور کفن کے بیچ میں رکھ دے اُسے عذاب قبر نہ ہو، نہ منکر نکیر اس تک پہنچیں اور اس دعا کی شرح بہت عظمت والی ہے اور وہ چین وراحت کی دعا ہے، یہی امام فرماتے ہیں جو یہ دعا میّت کے کفن میں لکھے، اللہ تعالیٰ قیامت تک اس سے عذاب اُٹھا لے اور وہ دعا یہ ہے:

"اللھم انی اسئلك یا عالم السر یا عظیم الخطر یا خالق البشر یا موقع الظفر یا معروف الاثر یا ذالطول والمن یا کاشف الضر والمحن یا الٰہ الاولین والآخرین فرج عنی ھمومی وا کشف عنی غمومی وصل اللھم علیٰ سیدنا محمد وسلم۔"

حضرت بتول زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال کے قریب امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اپنے غسل کے لیے پانی رکھوایا پھر نہائیں اور کفن منگا کر پہنا اور حنوط کی خوشبو لگائی پھر مولیٰ علی کو وصیّت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد کوئی مجھے نہ کھولے اور اسی کفن میں دفن فرما دی جائیں، میں نے پوچھا کسی اور نے بھی ایسا کیا، کہاں ہاں! کثیر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اور انہوں نے اپنے کفن کے کناروں پر لکھا تھا، کثیر ابن عباس گواہی دیتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ یعنی اللہ کے سوا

کوئی معبود نہیں اور یہ کہ لا الہ الا اللہ لکھا جانا عہد نامہ کی ایک صورت ہے۔ (طبرانی، ابونعیم حلیہ)

امام صفار نے ذکر فرمایا کہ اگر میّت کی پیشانی، یا عمامہ، یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے اور عذاب قبر سے مامون فرما دے۔

مردے کی پیشانی، یا عمامہ، یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اس کے لیے بخشش کی امید ہے، کسی صاحب نے وصیت کی تھی کہ اُن کی پیشانی اور سینے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ دیں، لکھ دی گئیں پھر خواب میں نظر آئے، حال پوچھنے پر فرمایا: جب میں قبر میں رکھا گیا عذاب کے فرشتے آئے جب میری پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی دیکھی، کہا! تجھے عذاب الٰہی سے امان ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۴، صفحہ ۱۲۷ تا ۱۲۹)

### سعد بن ابی وقاص کا کفن

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے جو کپڑا مس ہو جائے وہ بابرکت اور معظم ہو جاتا ہے اور یہ کہ اس کپڑے کو آگ نہیں جلا سکتی جیسا کہ ایک دستر خوان کا واقعہ مشہور ہے، اسی وجہ سے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے مس شدہ کپڑے میں کفن دینے کو پسند فرمایا اور بعض نے وصیت بھی کی اور بعض نے حضور سے کفن کے لیے کپڑا مانگ لیا۔

اس قسم کے بعض واقعات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی تحریر میں مطالعہ فرمائیں۔

ایک بی بی نے بہت محنت سے ایک خوبصورت تہبند بنا کر خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں نذر کیا، حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُسے مانگا، حالانکہ خود حضور کو اس کی ضرورت تھی، حضور اجود الاجودین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں ملامت کی، اس وقت اس اِزار شریف کے سوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس اور تہبند نہ تھا اور آپ جانتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی سائل کو رد نہیں فرماتے پھر آپ نے کیوں مانگ لیا؟ انہوں نے کہا: واللہ میں نے استعمال کو نہ لیا، بلکہ اس لیے کہ اس میں کفن دیا جاؤں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی اس نیت پر انکار نہ فرمایا، آخر اسی میں کفن دیئے گئے۔ (بخاری فتاویٰ رضویہ، ج ۴، صفحہ ۱۱۹)

### دختر رسول کا کفن

حضور پُر نور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب یا حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کفن میں اپنا تہبند اقدس عطا کیا اور غسل دینے والی بی بیوں کو حکم دیا کہ اُسے ان کے بدن کے متصل رکھیں۔ (بخاری و مسلم)

ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لڑکی کو غسل دے رہے تھے، حضور تشریف لائے اور فرمایا کہ تین یا پانچ بار غسل دو اور پانی بیری کے پتّوں سے جوش دیا ہوا ہو، اور آخر میں کچھ کافور لگا دینا اور جب غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے بتانا، ہم فراغت کے بعد حضور کو بتانے لگے تو حضور نے اپنا تہبند ہم پر ڈال کر فرمایا کہ اُسے اس کے بدن سے ملا کر رکھو۔ (بخاری، مسلم)

علمائے کرام فرماتے ہیں، یہ حدیث مریدوں کو پیروں کے لباس میں کفن دینے کی اصل ہے۔

### فاطمہ بنت اسد کا کفن

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت اسد والدۂ ماجدہ امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی قمیص اطہر کفن دیا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے انہیں اپنی قمیص مبارک اس لیے پہنائی کہ یہ جنت کے لباس پہنیں۔ (ابونعیم، دیلمی)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب والدۂ امیر المومنین علی مرتضیٰ حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اپنی قمیص مبارک پہنائی اور ان کی قبر میں لیٹے جب قبر پر مٹّی برابر کر دی گئی تو بعض لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم آپ کو وہ بات کرتے ہوئے دیکھا جو آپ نے کسی کے ساتھ نہ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بقیہ ص ۱۲ پر

از: حافظ ہاشم قادری صدیقی*

# طلاق، طلاق، طلاق! ہزار بار توبہ

اسلامیات

**طلاق**، طلاق، طلاق توبہ استغفر اللہ! توبہ استغفر اللہ! دونوں لفظوں کو اسلام کے ماننے والوں کو استعمال کرنے کا حق ہے، لفظ طلاق گرچہ حلال ہے لیکن حلال ہونے کے باوجود اس کے استعمال سے عرش اعظم ہل جاتا ہے اور اللہ رب العزت کو سخت ناپسند ہے، جب کہ توبہ استغفر اللہ، توبہ استغفر اللہ، ایسا لفظ ہے جس کے استعمال کرنے سے انسان اپنے گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے، اللہ رب العزت اس سے خوش ہوتا ہے، فیصلہ آپ کریں کہ کس پر عمل کرنا ہے جس سے اللہ ناراض ہو جائے یا اللہ رب العزت معاف فرمائے اور خوش ہو۔

ادھر کئی سالوں سے طلاق پر اتنا بولا گیا، لکھا گیا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، طلاق کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو سامنے نہ آگیا ہو، طلاق کے موضوع پر مختلف زبانوں میں بھی بہت لکھا اور بولا گیا، مسجدوں کے ممبروں سے لے کر، پارلیمنٹ اور ودھان سبھا تک، جلوسوں سے لیکر جلسوں کے اسٹیجوں تک جس کا فائدہ کم نقصان زیادہ ہوا، چونکہ حکومت کی نیت اسلام اور مسلمانوں کے تئیں خراب تھی تو زور، زبردستی اور جلد بازی میں قانون بنا دیا، جس میں بہت سی خامیاں ہیں، حتیٰ کہ سپریم کورٹ کے قانون (حکم) اور بی جے پی حکومت کے بنائے قانون میں بہت بڑا تضاد (اختلاف) Contradictary ہے اہل علم، خاص کر علما اس طرف توجہ فرمائیں جو وکلا حضرات طلاق کے مقدمات لڑ رہے ہیں انھیں ضرور اسلامی نقطہ نظر سے واقف کرائیں طلاق پر حکومت ہند اتنی فکرمندی کیوں دکھا رہی ہے یہ جگ ظاہر ہے کہ ان کو اسلام اور مسلمانوں سے ازلی بیر (دشمنی، عداوت، کینہ، نفرت) ہے، طلاق فیصلہ صرف ایک فیصد بلکہ اس سے بھی کم ہے، پورے ہندوستان میں ایک ہزار تعداد بھی نہیں اسلام مخالف میڈیا نے آسمان سر پر اُٹھا رکھا ہے اور کچھ مسلم جماعتیں بھی ان کا ساتھ دے رہی ہیں، سچ تو یہ ہے کہ طلاق دینے والوں کو کوئی مبارک باد نہیں دیتا بلکہ ہر طبقہ میں ان کی مذمت (برائی، توہین، عیب جوئی) ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو جب رب ذوالجلال والاکرام اس کو پسند نہیں فرماتا، طلاق دینا سنت نہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے طلاق نہیں دی، صحابۂ کرام کے زمانے میں اِکا دُکا واقعات ہوئے، لیکن نکاح سنت طریقے سے ہوئے، طلاق پر آج بھی واویلا مچایا جا رہا ہے یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے، جیسے اسلام میں طلاق سے بڑا کوئی مسئلہ ہے ہی نہیں، ہر چہار جانب غیر اسلامی طریقے سے شادیاں، فضول خرچی پر قوم کے جھوٹے ہمدرد چپ کیوں؟

## نکاح کی اسلامی حیثیت

انسان کی بہت ساری فطری ضروریات ہیں ان میں نکاح بہت اہم فطری (طبعی، قدرتی) naturally ضرورت ہے اور اس فطری ضرورت کو جائز اور مہذب طریقے کے ساتھ پورا کرنے کے لیے اسلام نے نکاح کو عبادت سے تعبیر فرمایا، آقا ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا فرمایا:

”جو میرے طریقے کو محبوب رکھے، وہ میری سنت پر چلے اور میری سنت نکاح ہے۔“ (حدیث صحیح، حدیث 1467)

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

”اور (اے رسول!) بیشک ہم نے آپ سے پہلے (بہت سے) پیغمبروں کو بھیجا اور ہم نے ان کے لیے بیویاں (بھی) بنائیں اور اولاد (بھی)۔

اس ارشاد باری تعالی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام بھی اہل وعیال والے رہے ہیں۔

*مضمون نگار مسجد باجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام وخطیب ہیں۔

اسلامیات

## عورت قدرت کا انمول تحفہ

نکاح کرنے سے انسان کو عورت کے روپ میں اللہ رب العزت کا ایک عظیم تحفہ ملتا ہے، نکاح کے ذریعہ انسان کی بہت سی ضروریات پوری ہوتی ہیں جن میں سب سے اہم اس کو جنسی سکون حاصل ہوتا ہے جس سے اس کا قلب (دل) ودماغ پر سکون رہتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کی زندگی میں سکون (آرام، قرار، چین) سب سے قیمتی دولت ونعمت ہے، اس کو حاصل کرنے کے لیے نکاح بہت ضروری ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

"هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۔۔۔۔۔ الخ۔ (القرآن، سورۃ الاعراف 7 آیت 189) وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے۔ (کنزالایمان)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"دنیا ساری کی ساری (برتنے کی چیز ہے) لیکن ساری دنیا میں سب سے بہترین (قیمتی) چیز نیک وصالح عورت ہے۔" (سنن نسائی، حدیث 3234)

زندگی کی اہم نعمت چین وسکون کو کس نے غارت کر دیا، خود اولاد آدم نے "جہیز" جیسی لعنت کے چکر میں زیادہ سے زیادہ کی لالچ میں تاخیر سے شادی کرتے ہیں، جس سے طرح طرح کی بہت سی سماجی برائیاں پیدا ہوتی ہیں جن کا مشاہدہ روز ہو رہا ہے کیا کیا لکھوں؟ اصل جوانی سے ڈھلتی جوانی میں شادی کرنا زندگی کے حسین دنوں کو بھی گنوانا ہوتا ہے۔

## حوا کی مجبور بیٹیاں

قدرت کے عظیم شاہکار، عظیم نعمت "عورت" کی ناقدری کر کے انسان آج خود بھی پریشان ہے اور خاندانی وسماجی ماحول میں بہت فساد و بگاڑ پیدا کر رہا ہے، انسانی زندگی کی اہم ضرورت عورت جس کو قدرت نے انسانوں کو تحفہ میں دیا ہے، بیٹی، بہن، بیوی اور ماں جس کے قدموں تلے جنت کی بشارت دی گئی ہے، آج عورت کے ہر روپ میں اس کی بے قدری ہو رہی ہے، جس گھر میں بیٹیاں، بہنیں ہیں ان کے ماں باپ، بھائیوں سے پوچھیں ان کا کیا حال ہے، نکاح تمام انبیائے کرام کی سنت ہے، اعتدال کی صورت میں نکاح سنت ہے: آقا ﷺ نے فرمایا:

"اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔" (بخاری، حدیث 5063 و مسلم، حدیث 1020)

فقہائے کرام نے حالات کے اعتبار سے نکاح کرنے اور نہ کرنے کے احکام بیان فرمائے ہیں، جو سنت نکاح پر عمل نہ کرے سخت گناہ گار ہے، شادیوں میں اب نکاح کو سنت طریقے سے کرنے کا خیال ہی نہیں رہتا لوگ جتنا زیادہ دکھاوا، فضول خرچی کرتے ہیں، لوگ اتنی ہی مبارک باد دیتے ہیں، چاہے لڑکی کا باپ قرضوں میں ڈوب رہا ہو، یا بھائی کنگال ہو رہا ہو کسی کو احساس نہیں، مطلب نہیں، جبکہ لڑکے یا اس کے گھر والوں کی طرف سے لڑکی والوں سے کسی بھی سامان، یا باراتیوں کے لیے طرح طرح (کھانوں کی فرمائش، یا رسم ورواج کا حوالہ دیکر مطالبہ (مانگنا، تقاضا کرنا) demand کرنا ناجائز وحرام ہے، سخت گناہ کی بات ہے اور مرد کی غیرت کے خلاف ہے، نکاح (شادی) میں فضول خرچی کے ہر غلط طریقے سے لالچ پیدا ہوتی ہے فخر وریا کے مقابلے ہوتے ہیں جو سب سے زیادہ خرچ کرتا ہے دوسرا مقابلہ کر کے اس سے زیادہ خرچ کرتا ہے، لوگ اللہ کے اس حکم کو بھول جاتے ہیں۔

"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ (القرآن، سورۂ مائدہ 5، آیت 2) اور نیکی اور پرہیز گاری (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم (کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ (نافرمانی کرنے والوں کو) سخت سزا دینے والا ہے۔"

عدوان (ستم، ظلم، زیادتی) میں ہر وہ چیز شامل ہے جو گناہ اور زیادتی کے زمرے میں آئے، افسوس صد افسوس، زمانہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد قرآنی تعلیمات سے بہت دور جا چکی ہے۔

لوگ فضول خرچی اور دیکھاوا کر کے مصیبت خود مول لے رہے ہیں (اسی کو کہتے ہیں، آ بیل مجھے دوڑ کے مار)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”آدمی اپنے آپ کو خود ذلیل نہ کرے، صحابہ کرام نے پوچھا، یارسول اللہ! کیسے؟ آپ نے فرمایا اپنے آپ کو ذلیل کرنا یہ ہے کہ آدمی ایسا کام کرے جس کو وہ نہ کر سکے، یا ایسی مصیبت میں اپنے کو نہ ڈالے جس کو وہ جھیلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔“ (ترمذی، حدیث 2254,4016)

## کیا ہم غیر شرعی شادیوں کا بائیکاٹ نہیں کر سکتے؟

طلاق کی تعداد پورے ہندوستان میں ایک ہزار سے زیادہ نہیں، لیکن شادیوں میں جہیز اور فضول خرچی کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں ہے جو قرضوں کے بوجھ تلے، زمین و جائیداد بیچ کر اور بہت سے سودی قرضوں میں پھنسے کراہ رہے ہیں، جہیز کی مخالفت میں بہت کچھ لکھا گیا، لکھا جا رہا ہے، بولا جا رہا ہے، کیا اس کا اثر ہو رہا ہے؟ نہیں! ایسی شادیوں میں جن میں زیادہ تر کام اسلامی شریعت کے خلاف ہو رہے ہیں، رسم و رواج کے نام پر فضول خرچی عام بات ہے دیکھا یہ بھی جا رہا ہے جو لڑکی کی شادی کے نام پر ہاتھ پھیلاتے، سوال کرتے، چندہ کرتے وہ بھی (اپنے دل کے ارمان بھی ہیں جناب!) کہہ کر مہنگے کارڈ چھپوانے سے لے کر کئی طرح کے پکوان بنا کر خوب فضول خرچی کر رہے ہیں، فضول خرچی کرنے والا شیطان کا بھائی ہے، قرآن کہتا ہے لیکن ان شادیوں کی دعوتیں خوب مزے لے لے کر سب کھا رہے ہیں اور وہ بھی کھا رہیں جو اسٹیجوں سے لے کر مسجد کے ممبروں تک چیخ چیخ کر بتاتے ہیں کہ فضول خرچی حرام ہے، جہیز لینا دینا حرام ہے، وغیرہ وغیرہ۔

اس وقت ان کا ضمیر کہاں سو جاتا ہے یا مر جاتا ہے، سچ اور حق تو یہ ہے ”ضمیر“ مر ہی گیا ہے، کیوں کی دعوت چھوڑنا بڑا مشکل کام ہے، ہم یہ نہیں کہتے کی دعوت میں شامل نہ ہونے سے یہ رک جائے گا، لیکن ہاں! ایک ایسا پیغام ضرور جائے گا کہ اتنے لوگوں نے ہمارے اس غیر شرعی کام کی وجہ کر ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کام کی شروعات اگر ہمارے عزت ما آب علمائے کرام کریں تو ضرور اس کا فائدہ ہوگا، لیکن یہ ہے بہت مشکل، اس میں ہزاروں تاویلیں نکال لی جائیں گی۔

خدارا اس پر اہل ثروت، اہل علم، دانشوران قوم و ملت، خاص کر علمائے کرام سوچیں اور عمل کریں، اللہ و رسول کی خوشنودی حاصل کریں، تا کہ یہ سماجی برائی جو اژدہا بن کر مسلم قوم کو نگل رہی ہے، اس سے غریبوں کی جان بچے اور سبھی طبقوں کو راحت ملے، غریب بچیاں جو سسک رہی ہیں وہ بھی اپنے حسین خوابوں کو حقیقت میں بدلتے ہوئے دیکھیں، کچھ تو مداوا ہو، اللہ ہم سب کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

ص ۲۲ رکا بقیہ..............................

متعلقہ سے از خود اس کو تلاش کر سکے اور جو شخص ان صفات کا حامل نہیں ہے، وہ عالم دین کہلانے کا مستحق نہیں ہیں کیونکہ اگر اس کو صرف اور نحو پر عبور نہیں ہے تو وہ احادیث کی عربی عبارت صحیح نہیں پڑھ سکتا اور اگر عبارت غلط پڑھے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس قول کو منسوب کرے گا، جو آپ نے نہیں فرمایا اور اگر وہ بہ قدر ضرورت مفردات لغت کا حافظ نہیں ہے اور علم معانی اور بیان پر دسترس نہیں رکھتا، تو وہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث کا صحیح ترجمہ نہیں کر سکتا اور اگر اس کو علم کلام اور علم تفسیر اور حدیث پر عبور نہیں ہے، تو وہ عقائد کو صحیح بیان نہیں کر سکتا ہے اور نہ صحیح عقائد پر دلائل قائم کر سکتا ہے اور نہ باطل فرقوں کا رد کر سکتا ہے اور اگر فقہ پر عبور نہیں ہے، تو وہ حلال اور حرام کے احکام کو جان سکتا ہے نہ بیان کر سکتا ہے، سو ایسا شخص عالم دین کس طرح ہوگا اور اس پر عالم دین کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے۔“

(تفسیر تبیان القرآن، ج ۹، ص ۸٤٤)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ھے کہ ہمارے دینی اسٹیج جاہلوں کے تسلط سے آزاد ہو کر اہل علم و عمل کے زیر سایہ آجائیں تا کہ دین کی عزت و حرمت کی حفاظت ہو سکے۔ ◆◆◆

اسلامیات

از: مولانا محمد احمد رضا مصباحی دیناجپوری*

# یہ دینی جلسے اور نااہل خطبا

احوال قوم وملت

ایک ایسا شخص جو گاڑی ڈرائیو کرنا نہیں جانتا، کیا اسے کوئی ڈرائیور کا منصب دینا گوارہ کرے گا؟ یا کیا کوئی کسی ایسے فرد سے اپنی بیماری کا علاج کرانا پسند کرے گا جو ڈاکٹر کے لباس میں تو ملبوس ہو لیکن اصول علاج ومعالجہ سے بالکل ناواقف ہو؟ بلکہ ہمارے مزاج میں تو یہ رجحان پہلے ہی سے موجود ھے کہ ہم ہر چھوٹے بڑے معاملے کو لے کر اس متعلقہ شعبہ کے ایکسپرٹ کی طرف رجوع کرنا ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اس کے خلاف جانا اپنی ہلاکت وبربادی کو دعوت دینا ہے۔ شاید اسی لئے پورا انسانی طبقہ گویا اس فطری اصول پر گامزن نظر آتا ہے کہ دانستہ طور پر خود کو ہلاکت کے منہ میں نہیں ڈالنا چاہئے اور دین فطرت کی بھی یہی نصیحت ہے:

”اور اپنے ہاتھوں، ہلاکت میں نہ پڑو۔“ (بقرہ 195)

لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اپنی زندگی کے نشیب وفراز میں اس فطری اصول کو مدنظر رکھنے والے مسلمان دینی امور میں اسے نظر انداز کئے بیٹھے ہیں؟ جبکہ دین وایمان کی ہلاکت سب سے عظیم ہلاکت ھے، میں بات کرنا چاہتا ہوں انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے اس جلیل القدر منصب کی جس کو منصب وعظ ونصیحت کہتے ہیں، جیسا کہ درمختار میں ہے:

”التذکیر علی المنابر للوعظ والا تعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین۔ یعنی منبر پر بیٹھ کر وعظ ونصیحت کرنا انبیاء ومرسلین کی سنت ہے۔“ (درمختار مع شامی، ج۵)

جس کے وارث صرف اور صرف اہل علم ہی کو قرار دیا گیا ہے، نااہلوں کا جس میں کوئی حصہ نہیں، لیکن عصر حاضر میں اس باعظمت عہدہ کے ساتھ مسلسل جو ناانصافی ہو رہی ہے اور جس بے دردی کے ساتھ اس کا خون بہایا جا رہا ہے، وہ بڑا ماتم خیز ہے، بقول غالب ؎

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

آج ماضی کی بنسبت مذہبی جلسے ودینی پروگرام کی کثرت ہے، جس کا ثبوت ہر در ودیوار پر آویزاں طرح طرح کے خوب صورت پوسٹرز ہیں، جن میں رشک فلک القاب وآداب سے لبریز خطبا وشعرا کے اسما اور قطب الاقطاب مشائخ طریقت کی آمد کا اعلان بھی ہوتا ہے۔ لیکن صد حیف کہ قوم کا مقدر ہے جو بگڑتا چلا جا رہا ہے، ایک انتشار ھے جو پھیلتا جا رہا ھے اور ملت کی روح ھے جو کمزور ہوتی جا رہی ھے۔

اب اس کے اسباب وعوامل چاہے جو بھی ہوں تاہم ایک بڑی وجہ یہ ضرور ھے کہ ملت کا سفینہ ان لوگوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا ھے جو اس کے تقاضوں سے بھی ناواقف ہیں۔ اس زاویۂ نگاہ سے ذرا دینی جلسوں کے اسٹیج کا جائزہ لیجئے تو پتہ چلے گا کہ جس طرف دیکھئے نااہل، پیشہ ور، جاہل، دولت کے حریص، بدعمل اور دینی تقاضوں سے بے خبر یوٹیوب کے مرہون منت رٹو مقرروں کی ایک قطار کھڑی ھے جن کا مبلغ علم یوٹیوب پر سنی ہوئی تقریروں سے زیادہ نہیں جبکہ فرمان رسالت ھے:

”كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔ یعنی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ھے کہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔“ (مسلم)

یہ لوگ اپنے ایجنٹوں کے ذریعے کسی بھی اسٹیج تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں اور اپنے رٹے ہوئے لچھے دار جملوں وبے حیا انداز گفتگو سے عوامی سطح پر خوب واہ واہی بٹورتے ہیں اور ایسے مقرروں کا بازار آج کل زیادہ گرم ھے۔

* مضمون نگار جامعہ اہلسنت ضیاء العلوم کالپی شریف کے استاد ہیں۔

حاشا للہ! یہ بات میں کسی بدگمانی یا جذبۂ عناد سے متاثر ہو کر نہیں کہہ رہا ہوں اور نہ مجھے کسی سے کوئی بیر و حسد ھے بلکہ بکثرت مذہبی جلسے اور تقاریر و خطابات ہونے کے باوجود ملت کی گرتی ہوئی ساکھ اور قرآن و سنت کے پیغام سے عوام الناس کی لاتعلق ہمارے اس دعویٰ کو تقویت پہنچاتی ھے اور دینی و اصلاحی سرگرمیوں پر نظر رکھنے والے ان تمام افراد کو اس سچائی کا اعتراف بھی ھے جن کے پیش نظر اپنے اسلاف کی دینی جدو جہد کی تاریخ کا آئینہ رکھا ھے۔

سوال یہ ہے کہ کیا دین کی حیثیت معاذ اللہ اتنی ہلکی ہوگئی ھے کہ جو بھی چاہے وعظ و تقریر کے نام پر ہر طرح کا رطب و یابس بک کر اپنا مقصد حاصل کر کے چلتا بنے؟ یا پھر اس منصب عظیم کے شایان شان کچھ خاص افراد ہی ہیں جن کو بہر حال یہ عہدہ سپرد رہنا چاہئے؟۔

کیا ایسا نہیں ھے کہ وعظ نصیحت تبشیر و انذار اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داری کو ادا کرنے کا نام ھے اور یہ ذمہ داری وہی لوگ مکمل حقوق کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں جو دین کے راس العلم سے مالا مال ہو، جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ھے:

''اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔ (۱۲۲)

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ اسلام دین فطرت اور مذہب مہذب ہے، یہاں ہر فرد کا منصب بنا ہوا ھے اور اس کے ہر بادہ خوار کو اس کی وسعت ظرف کے مطابق جام دیا جاتا ھے، کسی کو یہ اجازت نہیں کہ وہ اپنے معیار سے ہٹ کر دوسرے کے منصب و مقام سے چھیڑ چھاڑ کرے اور اصول دین کا گلا گھونٹنے کی کوشش کرے، بالخصوص دینی امور میں تو کسی بے بصیرت کے لئے مطلقاً اس کی گنجائش نہیں کہ وہ اس معاملے میں زبان بھی کھولے جیسا کہ ارشاد ربانی ھے:

''وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔'' (الاسراء 36)

مگر شاید یہ آثار قیامت ہی ھے کہ نا اہل لوگ جو خود ہی محتاج اصلاح ھیں وہ قوم کے واعظ اور خطیب بن بیٹھے ہیں، اس لئے ہمیں عبرت پکڑنی چاہئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک سے:

''فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ.قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ۔ جب امانتیں ضائع کردی جائیں تو قیامت کا انتظار کرو! صحابی نے عرض کی امانتیں کس طرح ضائع ہوں گی؟ تو آقا نے فرمایا کہ جب معاملات نا اہل کے سپرد کئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔'' (بخاری)

فقہائے اسلام نے بھی اقدار دین کے تحفظ اور شرع مطہرہ کو نا اہلوں کے ہاتھوں بازیچۂ اطفال بننے سے روکنے کے لئے دین کے ہر شوشے و گوشے کا شرعی حکم بالتفصیل بیان فرمایا دیا ھے، چنانچہ وعظ و خطابات کے باب میں فقہاء کرام نے صاف صاف الفاظ میں یہ ذکر کر دیا ھے کہ نا اہل اور غیر عالم شخص کے لئے وعظ کہنا جائز نہیں ھے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''الامر بالمعروف يحتاج الى خمسة أشياء: اولها العلم لان الجاهل لا يحسن الامر بالمعروف۔ یعنی امر بالمعروف (وعظ گوئی) کے لئے پانچ چیزیں ضروری ہیں جن میں سے پہلی یہ ہے کہ واعظ عالم ہو اس لئے کہ جاہل اچھے طریقہ سے امر بالمعروف نہیں کرسکتا۔'' (عالمگیری)

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز سے ایک شخص کے بارے میں سوال ہوا، یہ شخص وعظ بھی کہتا ہے حالانکہ اس کی تحصیل علم قطعی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی، نہ کسی مستند معتبر استاد سے کبھی پڑھا، نہ فقہ، نہ تفسیر، نہ حدیث، بلکہ صرف اردو کی چند کتابوں کے ذریعہ سے وعظ گوئی کرتا ہے، تو شرع شریف ایسے شخص کی نسبت کیا حکم فرماتی ہے؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

احوال قوم و ملت

''اسے وعظ کہنا حرام ہے، اس کا وعظ سننا جائز نہیں۔''

(فتاوی رضویہ، ج 19)

اس طرح کا ایک اور سوال ہوا کہ زید نے محض فقہ کی تین کتابیں پڑھی ہیں، اردو بولنے اور صحیح املا لکھنے کی لیاقت نہیں ہے اور صرف ونحو سے بالکل ناواقف ہے حتی کہ میزان الصرف نہیں جانتا بلکہ صرف ونحو کے پڑھنے کو حرام اور اس کے پڑھنے والے کو اچھا نہیں جانتا اور فارسی بھی نہیں جانتا، ایسے شخص کو منبر پر بیٹھ کر وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر منبر پر بیٹھ جائے تو اس کو مسلمان منبر سے اتار سکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا، اس کے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

''منبر مسند نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہے، جاہل اردو خوان اگر اپنی طرف سے کچھ نہ کہے بلکہ عالم کی تصنیف پڑھ کر سنائے تو اس میں حرج نہیں، جبکہ وہ جاہل فاسق مثلاً داڑھی منڈا وغیرہ نہ ہو کہ اس وقت وہ جاہل سفیر محض ہے اور حقیقۃ وعظ اس عالم کا جس کی کتاب پڑھی جائے اور اگر ایسا نہیں بلکہ جاہل خود بیان کرنے بیٹھے تو اسے وعظ کہنا حرام ہے اور اس کا وعظ سننا حرام ہے اور مسلمانوں کو حق ہے بلکہ مسلمانوں پر حق ہے کہ اسے منبر سے اتار دیں کہ اس میں نہی منکر ہے اور نہی منکر واجب ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔'' (ایضاج 23)

وعظ وخطابت کا اہل شرعاً کون ہو سکتا ھے، اس سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''فالتذ کیر رکن عظیم۔ یعنی وعظ گوئی دین کا رکن عظیم ہے۔''

پھر اس کے بعد واعظ کے ضروری اوصاف اور لوازمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فاما المذ کر فلا بد ان یکون مکلفاً عدلا محدثا مفسراً عالماً بجملۃ کافیۃ من اخبار السلف الصالحین وسیرتھم ونعنی بالمحدث المشتغل بکتب الحدیث و کذلك بالمفسر المشتغل بشرح غریب کتاب اللہ وتوجیہ مشکلہ وبما روی عن السلف فی تفسیرہ۔ یعنی واعظ کے لئے ضروری ہے کہ وہ مکلف متقی اور محدث ومفسر ہونے کے ساتھ ساتھ سلفِ صالحین کے صحیح حالات اور ان کی سیرت کا صحیح اور قابل اطمنان علم رکھتا ہو اور محدث سے مراد یہ ہے کہ کتب حدیث سے شغل رکھتا ہو، اور مفسر سے یہ مراد ہے کہ قرآن کی تفسیر وآیات مشکلہ کی توجیہ و تاویل سے آگاہ ہو۔'' (القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل)

غرض کہ اس تعلق سے ائمہ دین کے فتاویٰ وارشادات کا ایک مستند ذخیرہ موجود ھے جس میں نااہل اور غیر عالم اشخاص کے لئے وعظ گوئی کو سخت حرام اور دین کے لئے مضر ومہلک کہا گیا ھے کاش کہ پیشہ ور خطباء ومقررین اس جانب متوجہ ہوں اور ان سے نصیحت حاصل کریں تو ان کا بھی بھلا ہو دین کا بھی، ہاں! اس ماحول میں عمائدین ملت اور ذمہ دار اہل علم حضرات کے لئے اشد ضروری ھے کہ وہ اجتماعی طور پر اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائیں اور دین وشریعت کو تماشا بنانے والوں سے باز پرس کریں۔

بات ختم کرنے سے پہلے عالم دین کا اطلاق کس پر ہوتا ھے اس کی طرف بھی توجہ دلادوں تاکہ قارئین کی بصیرت میں مزید اضافی ہو، تفسیر تبیان القرآن میں ہے:

''عالم دین وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالی کی ذات اور صفات کا علم ہو، اور اس کو علم ہو کہ کن چیزوں سے اللہ تعالی کی تنزیہ واجب ہے، اسی طرح اس کو انبیاء علیہم السلام اور ان کے مراتب اور ان کی صفات کا علم ہو، اور اس کو علم ہو کہ مکلف پر کیا چیزیں فرض ہیں اور کیا چیزیں واجب ہیں اور اس کو سنن اور مستحبات اور مباحات کا علم ہو۔ اس کو معلوم ہو کیا چیزیں حرام ہیں اور کیا مکروہ تحریمی اور کیا مکروہ تنزیہی ہیں اور کیا خلاف اولی ہیں اور وہ علم کلام اور عقائد، علم تفسیر، علم حدیث اور علم فقہ واصول فقہ پر عبور رکھتا ہو، علم صرف، علم نحو، علم معانی اور علم بیان کا ماہر ہو اور وہ بہ قدر ضرورت مفرادات لغت کا حافظ ہو اور اس میں اتنی صلاحیت ہو کہ اس سے دین کے جس مسئلہ کا بھی سوال کیا جائے وہ اس کا جواب دے سکے، خواہ وہ جواب اس کو مستحضر ہو یا وہ کتب

بقیہ ص ۱۹ / پر

از: مفتی ولی محمد رضوی*

# احسن العلما اور اعلیٰ حضرت

## کلام حضور احسن العلما کے تناظر میں

**ساداتِ** مارہرہ مطہرہ کے قلب ونظر میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سیدنا امام احمد رضا قدس سرہٗ کی عقیدت ومحبت ایسی رچی بسی تھی جو اپنی مثال آپ ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خودان کے پیر خانہ میں جوعزت وشان تھی تاریخ اسے کبھی فراموش نہیں کرسکتی، ذیل کی سطور میں اُسی خانوادہ کی ایک عظیم علمی وروحانی شخصیت، پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت، شارح حدائق بخشش، حضور احسن العلما علامہ الشاہ سید مصطفی حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ کی ایک مشہورزمانہ منقبت کی مختصر تشریح وتوضیح پیش کی جاتی ہے جس کے ایک ایک شعر سے اعلیٰ حضرت کی علمی عظمتوں، عشق رسول میں سرشاری اور بے پناہ فکر اسلامی کا اظہار ہوتا ہے۔

چہرۂ زیبا تیرا احمد رضا
آئینہ ہے حق نما احمد رضا

میرے نزدیک احسن العلما علیہ الرحمہ کے مذکورہ شعر سے آپ کے تمام کتب ورسائل، فتاویٰ، ترجمۂ قرآن اور حدائق بخشش مراد ہیں کہ ان سے حق روشن ہوا اور حقانیت کا پرچم بلند ہوا اور باطل زیر وزبر ہوگیا، آپ کی سیکڑوں کتابیں حق و ہدایت کا نور اور صداقت کا معیار ہیں۔

غوث اعظم مظہر شاہِ رُسُل
ان کا تو مظہر ہوا احمد رضا

حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی علیہ الرحمہ سے اس خانوادہ کو بڑی عقیدت تھی۔ حضور سید احسن العلما اپنے معمولات کے مطابق فجر کے بعد مریدین ومعتقدین سے ملاقات فرمایا کرتے تھے۔ جب ہم پہلی بار حضرت کی زیارت کرنے کے لئے مارہرہ شریف حاضر ہوئے تو آپ مریدین سے ملاقات کے بعد اپنے کاشانہ میں تشریف لے جاچکے تھے، مگر جب اطلاع دی کہ راجستھان سے کچھ حضرات آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے ہیں تو ازروئے کرم ومہربانی تشریف لائے اس وقت آپ کی زبان مبارک پر حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی ذکر جمیل تھا۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ سے خلق خدا کو بڑا فیض ملا اور آپ سے بے شمار کرامتیں ظاہر ہوئیں، ان کرامات اور فیوض وبرکات سے عیاں ہوجاتا ہے کہ آپ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مظہر تھے۔ اِسی طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ بھی اپنے علمی وروحانی فیوض و کمالات کے اعتبار سے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مظہر ہیں۔

علم تیرا بحر نا پیدا کنار
ظل علم مرتضیٰ احمد رضا

امیر المومنین حضرت سیدنا مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی علمی شرافت صحابۂ کرام کے مابین مسلم تھی، امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے فقیہ ومجتہد ہونے کے باوجود بھی حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم وفضل کی قدر کرتے تھے، اسی علمی برتری اور بزرگی کی طرف اشارہ ہے کہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی کمالات کا سایہ امام احمد رضا تم پر ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت کو جو علوم وفنون حاصل تھے ان پر آپ کی سیکڑوں کتابیں شاہد عدل ہیں، اسی وجہ سے اہل علم و فضل نے گواہی دی کہ اعلیٰ اپنی صدی پر تو فضیلت رکھتے ہی تھے گزشتہ دو تین صدیوں میں بھی آپ جیسا عالم ربانی پیدا نہیں ہوا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسلاف واخلاف

* مضمون نگار سنی تبلیغی جماعت باسنی، ناگور کے سربراہ اعلیٰ ہیں۔

**تیرے مرشد حضرت آلِ رسول**
**ان کو تجھ پہ ناز تھا احمد رضا**

عام دستور یہی ہے کہ مرید اپنے شیخ طریقت پر ناز کرتا ہے کہ میں ایک ایسے شیخ سے بیعت ہوں جو شریعت وطریقت کا جامع ہے اور اسے دارین کی سعادت تصور کرتا ہے، اللہ اکبر، احمد رضا وہ شان دار مرید صادق ہے کہ خود ان کے شیخ محترم ان پر ناز کرتے ہیں۔اسی وجہ سے فرمایا:

''اگر قیامت میں مجھ سے سوال ہوا تو میں احمد رضا کو پیش کردوں گا۔''

**اپنے برکاتی گھرانے کا چراغ**
**تجھ کو نوری نے کہا احمد رضا**

اللہ اکبر! کیا شان ہے اعلیٰ حضرت کی، کہ خاندان والے اپنے شہزادوں، اور گھر والوں کو اپنے گھر کا چراغ کہا کرتے ہیں کہ ان کے بعد وہ گھر روشن کرے گا مگر واہ رے قسمت والے احمد رضا، کہ خود سادات کرام کا خانوادہ تجھے اپنے گھر کا چراغ کہتا ہے حضور سید شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: کہ میرے جد امجد نے یہ خطاب مجھے دیا تھا مگر میں اب دنیا سے جدا ہونے والا ہوں اور اس خطاب کا حق دار اے احمد رضا تجھے ہی سمجھتا ہوں اِس لئے آج سے تم ''چشم وچراغ خاندان برکات'' ہو۔

کیا اس سے یہ بات روشن نہیں ہوجاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت اپنے پیر خانہ میں کس قدر محبوب ومقبول تھے، مولیٰ تعالیٰ انہیں ہر سنی صحیح العقیدہ کا محبوب بنادے۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے رات ودن ایک کرکے پوری زندگی بھر کتب وفتاویٰ لکھ کس طرح دین وسنیت کی حفاظت فرمائی، وہابیت ونجدیت کے فتنوں اور طوفانوں سے اہل سنت کا تحفظ فرما کر عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چراغ ہم سنیوں کے دلوں میں روشن کیا اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تحریک کے علم بردار بن کر اپنی پوری حیات اسی تحریک ومشن کو فروغ دینے میں گزار دی، الحمدللہ اعلیٰ حضرت کی چلائی ہوئی یہ تحریک اس قدر کامیاب ہوئی کہ لاکھوں لاکھ حضرات وہابیت کی خباثت سے محفوظ رہ گئے اور ان کے ایمان وعقیدے کی حفاظت ہوگئی، یہ سب اس شیر قادری کی علمی وروحانی خدمات کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔اسی وجہ سے حضور احسن العلما علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ؎

**سنیت کی آبرو دم سے تیرے**
**اب بھی قائم ہے شہا احمد رضا**

اللہ اکبر! حضور احسن العلما کے دل میں اعلیٰ حضرت کی محبت موجیں مار رہی تھی کہ سید السادات، سجادہ نشین مارہرہ شریف بڑی خوبیوں کے مالک اور آل رسول ہوتے ہوئے بھی اعلیٰ حضرت کو اپنا بادشاہ مان رہے ہیں، اصل میں یہی حضرات، اعلیٰ حضرت کی قدر ومنزلت کو جانتے اور پہچانتے اور دل وجان سے مانتے تھے اور ایسا مانتے کہ شب وروز کا یہی مشغلہ تھا کہ سب سنیوں کو اعلیٰ حضرت سے قریب کردیں اور سارے سنیوں کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی محبت بس جائے۔

اعلیٰ حضرت کی تحقیقات قرآن وسنت اور اقوال ائمۂ کرام سے اس قدر منور وراسخ ہیں کہ وہ ہمیشہ اہل علم کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور اور باطل نظریات کی بیخ کنی کرنے والی اور جوان کو ہلانا چاہے بقول حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ: ''وہ خود ہل جائے گا وہ نہ ہلیں گی'' اور شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے بقول: اعلیٰ حضرت کے زمانے کے جتنے علما ہیں ان کی خدمات وقربانیوں کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے دوسرے پلڑے میں اعلیٰ حضرت کی خدمات کو رکھا جائے تو اعلیٰ حضرت والا پلڑا ابھاری رہے گا۔

**جب بھی کوئی مرحلہ آ کر پڑا**
**تو نے عقدہ حل کیا احمد رضا**

اہل سنت پر باطل کے کتنے طوفان آئے، گستاخان رسول نے قلم کے ذریعہ توہین رسالت کے سلسلے شروع کئے اور ختم نبوت کے قرآنی واجماعی عقیدے پر شب خون مارتے ہوئے کسی نئے نبی کے آنے کے دروازہ کھولنے کی ناپاک کوشش کی گئی اس کے لئے کتابیں لکھیں، شریر کافر مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے جھوٹے نبی ہونے کا دعویٰ بھی کیا، عالم ما کان وما یکون آقائے

کائنات حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف پر نام نہاد کلمہ گو حضرات نے حملے کئے، تو ان سب سے نبرد آزمائی کرنے، ان کی کفری عبارات پر شرعی گرفت کرنے اور ان کے مکروہ چہرے سے نقاب ہٹانے کے لئے حضور غوث اعظم کی حمایت اور حضور غریب نواز کی کرامت، آل رسول مارہروی قدس سرہ العزیز کی تابندہ شان وعظمت لے کر جو مرد آہن میدان میں آیا اور ساری باطل طاقتوں کا مقابلہ کر کے انہیں زیر وزبر کر دیا، اس کا نام احمد رضا ہے۔

نعرۂ شیرانہ جب گونجا تیرا
قلب نجدی پھٹ گیا احمد رضا

قرآن وحدیث کے دلائل وبراہین اور ۱۳؍سو سالہ ائمہ و فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں حامیٔ سنت، ماحی بدعت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ہمیشہ اپنے قلم سے اہل باطل کے باطل افکار ونظریات کا دندان شکن جواب دیا اور ہر میدان میں انہیں شکست فاش دی، آج بھی آپ کے شیرانہ نعرہ سے اہل باطل لرزہ براندام ہے، نجدیت و وہابیت کے فتنے کس طرح سر ابھار رہے تھے ان سب کے آگے اگر کسی نے باندھ باندھا ہے تو وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی ذات گرامی ہے، اس لئے اہل سنت اپنے ایسے مخلص ومحسن کو کبھی نہیں بھلا سکتے ہیں۔

تیری الفت میرے نے مرشد نے مجھے
دی ہے گھٹی میں پلا احمد رضا

ساداتِ مارہرہ شریف کے دل ودماغ میں اعلیٰ حضرت کی الفت ومحبت کس طرح بسی ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے اپنے اس صالح بندہ کی محبت کو مقبول ومحبوب بندوں کے قلوب میں ڈال دیا تھا کہ اس معزز خاندان کا ہر فرد آج بھی اعلیٰ حضرت کی محبت سے سرشار نظر آتا ہے۔ جب حضور احسن العلما علیہ الرحمہ کی اعلیٰ حضرت سے اس طرح وارفتگی دیکھتے تو دیکھنے والے حیرت میں پڑ جاتے تھے تو آپ جواب میں فرماتے: میاں یہ تو اوپر سے ہوتا ہوا آیا ہے یعنی یہ سلسلہ بہت دراز ہے۔ فرمایا: کہ ہمارے گھرانے کی خواتین میں بھی کوئی دن ذکر رضا سے خالی نہیں گزرتا ہے"عقل مندوں اور سمجھ داروں کے لئے اس میں اشارہ ہے کہ ایسے عالی حسب ونسب والے سادات کرام کی پیروی کرو اور اپنے امام کی محبت اپنی آنے والی نسلوں میں پیدا کرو، امام احمد رضا کی عقیدت ومحبت کے جام انہیں پلا دو، یہ اِس دور کی ایک اہم ضرورت ہے۔

یاد کرتا ہے تجھے تیرا احسن
اس کے حق میں کر دعا احمد رضا

شہزادۂ گرامی، آل غوث اعظم، آل رسول کا نور نظر حضور سیدی حسن میاں علیہ الرحمہ نے کس طرح اعلیٰ حضرت کو یاد کیا ہے ان کی حیات کے شب وروز گواہ ہیں کہ ان کی ہر مجلس، ان کی محفل، ان کی بزم اعلیٰ حضرت کے ذکر سے معطر ومشک بار رہتی تھی۔ آنے والے مرید وعقیدت مند، عالم وفاضل سب کو وہ جام رضا سے سرشار کر کے لوٹاتے تھے، بلکہ وہ ناز سے فرماتے تھے: کہ یہی میرے مشائخ کا ذکر ہے۔"یعنی جس نے ذکر رضا کیا اس نے اپنے مرشدان گرامی کا ذکر جمیل کیا، جس نے ذکر رضا کیا اس نے سادات مارہرہ شریف کا ذکر کیا، اس شان سے آپ نے اس ذکر کی اہمیت دلوں میں جگمگا دی گویا کہ آپ ذکر رضا کی ایک تحریک تھے، اور آپ اس تحریک میں پورے طور پر کامیاب بھی ہوئے، دل وجگر کو وہ تازگی بخشی کہ اس میں وہ اپنی پوری حیات میں ممتاز ومنفرد نظر آئے۔ آخری وقت جب وہ دہلی کی اسپتال میں تھے تو ہر آنے والے کو مسلک اعلیٰ حضرت پر جمے رہنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری، جس پر دنیائے سنیت ناز کرتی ہے، جب آپ کی عیادت کو گئے تو آخری جملے آپ نے ارشاد فرمائے: مولانا! مسلک اعلیٰ حضرت پر ڈٹے رہنا"

اللہ اکبر! موت کا فرشتہ سر پر کھڑا ہے ایسے عالم میں بھی اگر حضور احسن العلما کو کسی بات کی فکر ہے تو صرف اور صرف مسلک اعلیٰ حضرت کی فکر ہے، اولاد ورشتہ داروں کی فکر نہیں ہے، اعلیٰ حضرت کے مسلک کے اشاعت کی فکر دامن گیر ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے مخلص شیخ طریقت، سید السادات بقیہ ص ۱۲؍ پر

از: مولانا ملک الظفر سہسرامی*

# احترام نبوت اور امام احمد رضا



ہم بحکم الٰہی اللہ تعالیٰ شانہ کے رسول اعظم سید عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کے پابند ہیں، قرآن مقدس میں بہت واضح اور غیر مبہم انداز میں ہمیں رسول کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، اَطِیْعُوا اللهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔

ایک مقام پر اطاعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درس بایں انداز دیا جارہا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللهُ۔ اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعوی کرتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں دوست رکھے گا۔ ایک دوسرے مقام پر تو رسول کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری کو ہی عین دین قرار دے دیا گیا اور یوں ارشاد فرمایا گیا :وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں اطاعت رسول ﷺ کی جو حیثیت ہے اسے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے، اسی راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں ؂

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

جو مطیع الرسول ہے دراصل وہی مطیع اللہ ہے جو مطیع الرسول نہیں وہ مطیع اللہ بھی نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کا پٹہ گردن میں ڈالے بغیر دل میں چراغ اطاعت الٰہی جلانے کا تصور ایک غیر اسلامی خیال ہے۔ اتباع و پیروی کے لیے ضروری ہے کہ جس ذات کی اتباع و پیروی کی جائے اس کی تعظیم وتوقیر کا پرچم دل میں لہرا رہا ہو۔ جس شخصیت کی عظمت وتوقیر دل میں نہ ہوگی تو اس کی اتباع و پیروی کا مزاج پیدا ہی نہیں ہو سکتا اور تعظیم وتوقیر کے لیے ضروری ہے کہ جس کی تعظیم وتوقیر کا سکہ مملکت قلب میں رائج الوقت ہے اس شخصیت سے عشق و محبت کا تعلق بھی قائم ہو۔ اگر محبت نہ ہوگی تو تعظیم وتوقیر کا مزاج نہ پیدا ہوگا اور پھر اتباع و پیروی تو بہت اونچی چیز ہے۔

آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور ان کی ذات اقدس سے وابستگی جان ایمان، روح ایمان اور خلاصہ ایمان ہے۔ یہی رشتۂ محبت ایمان کی اولین شرط بھی ہے۔ اس ذات اقدس سے وابستگی میں جس قدر گہرائی و گیرائی ہوگی اسی قدر ایمان کی فصل بھی تروتازہ ہوگی۔ چنانچہ اس رشتۂ عشق و محبت اور عظمت وتوقیر نبوت پر جذبۂ جاں نثاری پیش کرنے پر زور دیتے ہوئے قرآن مقدس یوں ہدایت جاری فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللهُ بِاَمْرِهٖ۔ وَاللهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۝

ترجمہ: آپ فرما دیں اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہارا کنبہ، تمہارے کمائے ہوئے مال، تمہاری وہ تجارت جس کے نقصان کا اندیشہ تمہیں رہتا ہے اور تمہاری پسند کی رہائش گاہیں یہ سب کچھ اگر تم کو اللہ، اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہوں تو تم اللہ کے حکم (عذاب) کا انتظار کرو اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

احادیث نبوی کے ذخائر میں اس تعلق سے بہت سی

* مضمون نگار دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام بہار کے ناظم اعلیٰ اور معروف اہل قلم ہیں۔

احادیث روشن ہیں۔ایک مقام پر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے راوی حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے محبوب نہ ہوجاؤں۔

ایک مقام پر اس تعلق ووابستگی پر زور دیتے ہوئے آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ثَلٰثٌ مَّنْ کَانَ فِیْہِ وَجَدَ بِہِنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ مَنْ کَانَ اللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَّا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَمَنْ یَّکْرَہُ اَنْ یُّلْقٰی فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَہُ اللہُ مِنْہُ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ۔ جس میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی لذت پا لے گا۔ اللہ ورسول تمام مالوں سے زیادہ محبوب ہو جائیں، جو بندے سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے، جو کفر میں لوٹ جانا جب کہ رب نے اسے بچالیا ایسا برا جانے جیسے آگ میں ڈالا جانا برا جانا۔

ایمان تعلق باللہ ورسول کا نام ہے۔ایمان کے گلشن میں ساری بہاریں اس تعلق ووابستگی سے ہیں۔ایک دن حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ چنانچہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ یہ سن کر حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ پر قرآن مقدس نازل فرمایا: آپ مجھے جان سے زیادہ عزیز ومحبوب ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اب تمہارا ایمان کامل ہوگیا۔

غزوۂ احد میں ایک صحابیہ کے باپ، بھائی اور شوہر تک شہید کر دیے گئے، انہیں جب اس کی خبر پہنچتی ہے تو دیوانہ وار دریافت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ جب انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بخیر وسلامت ہونے کی اطلاع دی جاتی ہے تو کہتی ہیں کہ مجھے آپ کی زیارت سے مشرف کرادو۔ایک روایت میں ہے کہ بے تابانہ آپ کا جامۂ اقدس پکڑ کر بولیں: کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ۔ آپ کی زیارت کے بعد ہر مصیبت ہیچ ہے۔ عاشق رسول حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت جب قریب آیا تو ان کی زوجۂ محترمہ بولیں: وَا حُزْنَاہ۔ ہائے غم! حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: وَا حَسْرَتَاہُ غَدًا اَلْقٰی مُحَمَّدًا وَّ اَصْحَابَہٗ۔ واہ خوشی کا دن کل ہم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے ملیں گے۔

تاریخ کے صفحات خود جذبۂ جاں نثاری کے واقعات سے روشن وتابندہ ہیں جس ذات وشخصیت کے لیے دل میں جذبۂ محبت ہوگا تو پھر اس کی محراب عظمت میں خود سپردگی ونیازمندی کا مزاج نظر آئے گا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ایمان کا ایک اہم ستون ہے۔ احترام بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء کے حوالے سے متعدد آیات قرآنیہ کا نزول ہوا۔ جن میں قیامت تک کے مسلمانوں کو رسول کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محراب عظمت میں نیازمندیوں کے خراج لٹانے کا درس دیا گیا۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: وتعزروہ وتوقروہ، تم ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو۔

قرآن مقدس کے حکم کے مطابق سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر دین کا ایک اہم ستون ہے۔ ایک اور مقام پر احترام بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء کی قرار واقعی حیثیت کی نشان دہی کرتے ہوئے قرآن مقدس ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی۔

ترجمہ: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے۔

جن حضرات نے احترام بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء بجا لانے میں کشادہ قلبی کا مظاہرہ کیا اللہ تعالیٰ نے تین عظیم انعام واکرام سے نوازنے کا وعدہ فرمایا۔ اول یہ کہ ہم نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے منتخب فرمایا، دوم یہ کہ اگر ان سے بشری تقاضوں کے تحت کوئی لغزش و گناہ سرزد ہو جائے تو ہم انہیں مغفرت عطا فرما دیتے ہیں۔ سوم یہ کہ ہم بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء کا ادب بجالانے پر اجر عظیم سے نوازیں گے۔

ایک مقام پر یوں احترام بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء کا درس ہمیں دیا جارہا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت (ضائع) نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے مسلمانوں کو اشاروں کنایوں میں نہیں بلکہ بہت ہی واضح اور غیر مبہم انداز میں احترام بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثنا کی تعلیم فرما دی اور ساتھ ساتھ عظمت و وقار نبوت کے بازیچۂ اطفال بنانے والے عناصر کی انتہائی سخت جملوں میں گوشمالی کی جارہی ہے۔

اب اس تناظر میں ہم پہلے سیدی امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے تعلق بالرسول علیہ التحیۃ والثناء پر گفتگو کریں گے اور پھر اس کے زیر اثر تعظیم و توقیر نبوت علیہ التحیۃ والثناء کے حوالے سے اعلیٰ حضرت کے افکار و نظریات کا مختصراً جائزہ لیں گے۔

محبت رسول علیہ التحیۃ والثناء یہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب زندگی کا خوبصورت عنوان ہے۔ اسی کے رواں دواں آبشاروں اور شجر سایہ دار میں ساری زندگی بسر ہوئی۔ اپنے تو اپنے بیگانوں کو بھی آپ کے اس طرۂ امتیاز کا اقرار و اعتراف تھا، ہے اور رہے گا۔ مشہور نقاد و ادیب نیاز فتح پوری سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس امتیازی وصف کے تعلق سے رقمطراز ہیں ''شعر و ادب میرا خاص موضوع ہے، میں نے مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بالاستیعاب پڑھا ہے۔ ان کے کلام کا پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

عشق و محبت رسول علیہ التحیۃ والثناء کا یہی تو وہ جذبۂ بے کراں تھا جس کے زیر اثر انہوں نے احترام و توقیر نبوت کے باب میں وہ درخشاں اور زریں خدمات انجام دیں جو آپ کی ذات و شخصیت کا طرۂ امتیاز بن گیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کے باب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جو افکار و نظریات ہیں لاریب ان میں اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حزم واحتیاط کا جو رنگ ہے وہ پورے طور پر غالب نظر آتا ہے۔

بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء میں حاضری، حاضری کے آداب اور اس مقدس مقام کی نزاکتوں کا احساس دلاتے ہوئے حاضر بارگاہ نبوی کو ہدایت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''جب حرم محترم مدینہ میں داخل ہو، احسن یہ ہے کہ سواری سے اتر پڑے اور سر جھکائے، آنکھیں نیچی کیے چلے۔ ہو سکے تو برہنہ پائی بہتر ہے۔

جائے سرست ایں کہ تو پا می نہی
پائے نہ بینی کہ تو کجا می نہی

جب در مسجد پر حاضر ہو صلوٰۃ و سلام عرض کر کے قدرے توقف کرے، گویا سرکار سے اذن حضوری کا طالب ہے، اس وقت جو ادب و تعظیم واجب ہے، مسلمانوں کا قلب خود واقف ہے، زنہار زنہار اس مسجد میں کوئی حرف چلا کر نہ کہے، یقین جانے کہ وہ مزار عطر وانور میں بحیات ظاہری، دنیاوی، حقیقی

رضویات

ویسے زندہ ہیں جیسے پیش از وفات تھے، ائمۂ دین تصریح فرماتے ہیں کہ حضور ہمارے ایک ایک قول وفعل بلکہ دل کے خطروں پر مطلع ہیں۔ اب وہ وقت آ گیا کہ دل کا رخ بھی اس پاک جالی کی طرف ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کے محبوب عظیم الشان کی آرامگاہ رفیع المکان ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، گردن جھکائے، آنکھیں نیچی کیے، لرزتا کانپتا بید کی طرح تھرتھراتا ندامت گناہ سے عرق شرم میں ڈوبا قدم بڑھا، خضوع ووقار، خشوع وانکسار کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرو، سوا سجدہ وعبادت کے جو بات ادب واجلال میں اکمل ہو بجا لا، زنہار جالی شریف کے بوسہ ومس سے دور رہ کہ خلاف ادب ہے۔ اب نہایت ادب ووقار کے ساتھ مجرا وتسلیم بجالا۔ بآواز حزیں وصورت درد آگیں ودل شرمناک وجگر صدر چاک، معتدل آواز سے نہایت نرم وپست نہ بہت بلند وپست عرض الصلوۃ والسلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علیک یارسول اللہ، السلام علیک یا خیر خلق اللہ، السلام علیک یا شفیع المذنبین، السلام علیک وعلی الک واصحابک اجمعین۔"

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عظمت مآب میں حاضری کے آداب بیان کرنے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے حزم واحتیاط کے جو چراغ جلائے ہیں یقیناً اس سے ان کے تعلق بالرسول علیہ التحیۃ والثناء کا پہلو درخشاں وتاباں ہوتا نظر آتا ہے۔

تعظیم وتوقیر رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں اللہ تبارک وتعالی نے مطلقاً مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی محراب عظمت میں عقیدت ونیازمندی کے خراج لٹانے کا حکم صادر فرمایا۔ اسی سے استفادہ فرماتے ہوئے تعظیم وتوقیر رسول علیہ التحیۃ والثناء کے باب میں ادب کے تقاضوں کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے ہر اس فعل کی اجازت پاتے ہیں جس پر شریعت نے قدغن نہ لگائی ہو، پہرے نہ بٹھائے ہوں۔ وہ فرماتے ہیں:

"بوجہ اطلاق آیات، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقے سے کی جائے، حسن ومحمود رہے گی اور خاص خاص طریقوں کے لیے ثبوت جداگانہ درکار نہ ہوگا۔ ہاں اگر کسی خاص طریقے کی برائی بالتخصیص شرع سے ثابت ہو جائے گی تو وہ بے شک ممنوع ہوگا، جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا یا جانور ذبح کرتے وقت بجائے تکبیر حضور کا نام لینا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محراب عظمت پر کہیں دور سے بھی بے ادبی کا شائبہ نظر آئے تو ان کا قلم احتیاط کا دامن تھامنے کی تاکید فرماتا۔ ملاحظہ فرمائیے۔ "روح زندہ کے لیے بھی ہے۔ بلکہ روح ہی سے زندگی ہے اور درود شریف کے صیغوں میں ہیں "اللّٰھم صل علیٰ روح سیدنا محمد فی الارواح" تو اصل میں اس لفظ کے کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر جہاں عوام اس سے یہ معنی سمجھتے ہوں جیسے اس نیک نیت پاکیزہ خیال نے سمجھا تو ضرور اس کے کہنے سے ان کو روکا جائے یا یہ وہم ان کے دلوں سے نکال دیا جائے کہ ارواح کا اطلاق اموات ہی کے حق میں ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام حقیقۃً ایسے ہی زندہ ہیں جیسی رونق افروزی دنیا کے زمانے میں تھی۔ ان کی موت ایک آن کے لیے تصدیق وعدۃ الہیہ کل نفس ذائقۃ الموت کے واسطے ہوئی ہے، پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ بحیات حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں، مجالس خیر میں تشریف لے جاتے ہیں، کھانا پینا سب کچھ دنیا کی طرح بے کسی آلائش کے جاری ہیں۔

ایک مرتبہ سیدی امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ علمی میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھے جانے کے تعلق سے ایک استفتا کیا۔ سوال میں سائل نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ مکمل درود شریف نہ لکھ کر مخفف لکھ دیا۔ سیدی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے جذبۂ عقیدت ومحبت کو ٹھیس لگی اور سائل کے اصل استفتاء کا جواب بعد میں تحریر فرمایا، پہلے اسے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا سبق پڑھایا۔

رضویات

فرماتے ہیں :

"صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وبارک وسلم۔ سائل کو جواب مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ درود شریف کی جگہ جو عوام وجہال (صلعم) یا (ء) یا (م) یا (ص) یا (صلعم) لکھا کرتے ہیں محض مہمل وجہالت ہے۔ القلم احدی اللسانین، جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یوں ہی ان مہمل کلمات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا۔ ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ ایسے لوگ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم میں داخل نہ ہوں۔ نام پاک کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔"

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کے باب میں سیدی امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا قلم حد درجہ محتاط تھا۔ نہ افراط تھا، نہ تفریط تھی۔ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"اولی یوں کہنا ہے کہ اللہ پھر اللہ کے رسول نے چاہا۔ اور یوں کہنا بھی کہ اللہ ورسول چاہیں گے۔ حرج نہیں رکھتا جب کہ اللہ ورسول کو برابر نہ جانے اور وہ کون سا مسلمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاذ اللہ اللہ عزوجل کا شریک جانے گا۔"

اہل سنت وجماعت کے معمولات ومراسم کے تعلق سے باطل جماعتوں کی جانب سے جو اعتراضات ہوتے ہیں ان کے تعلق سے مختلف دیار وامصار سے اہل حق معرفت حق کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ علمی میں رجوع کرتے۔ مجالس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اختتام پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کا معمول ہے۔ ایک سائل نے اعلیٰ حضرت سے اس تعلق سے استفتا کیا تو آپ نے اس کا جواب بایں انداز تحریر فرمایا "وہابی جھوٹے ہیں اور ان کا منع کہنا شریعت پر افترا ہے، ان سے پوچھو کہ اللہ ورسول نے منع فرمایا ہے یا تم منع کرتے ہو؟ اگر کہیں اللہ ورسول نے منع فرمایا ہے تو دکھائیں کس آیت کس حدیث صحیح میں ہے کہ قیام مجلس مبارک منع ہے اور اگر کہیں کہ ہم خود منع کرتے ہیں تو بکا کریں حکم ان کا نہیں بلکہ اللہ ورسول کا ہے۔ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔"

اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں جا بجا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا حکم فرمایا اور قیام بھی اقسام تعظیم سے ہے تو جب تک اس خاص تعظیم کی ممانعت اللہ ورسول کے حکم سے ثابت نہ ہو یہ حکم قرآنی کے مطابق ہے۔ قرآن عظیم سے بڑھ کر اور کیا دلیل درکار ہے۔ زیادہ تفصیل ہمارے رسالہ "اقامۃ القیامۃ" میں ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکریم حضرت بتول زہرا کے لیے قیام فرماتے اور حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے قیام کرتیں۔

سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت حاضر ہوئے حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کرام کو ان کے لیے قیام کا حکم فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجلس انور سے اٹھتے قمنا قیاما حتی نراہ دخل بعض بیوت ازواجہ۔ ہم سب کھڑے ہو جاتے اور کھڑے رہتے جب تک کہ حضور حجرات شریفہ میں سے کسی میں تشریف نہ لے جاتے۔

ممانعت قیام اعام سے ہے کہ ان کا بادشاہ تخت پر بیٹھا ہوتا اور درباری تصویر بنے ہوئے سامنے کھڑے رہتے۔ بعض وقت اس کی ناپسندی بطور تواضع ورفع تکلف ہے جیسے اب بھی کوئی معظم دینی آئے اور حاضرین اس کے لیے قیام کریں تو وہ کہتا ہے کہ تکلف نہ فرمائیے، تشریف رکھیے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ قیام سے شرعاً منع کرتا ہے بلکہ تواضعاً۔ مخالفین کے یہاں بھی قیام وتعظیم برابر رائج ہے۔ اپنے ملوں کے لیے قیام کریں گے اور لوگ ان کے لیے قیام کریں، بعض بیٹھے رہیں تو ناراض ہوں گے بے ادب جانیں گے مگر یہ تو اپنے ملوں کی تعظیم ہے۔ جن کی باطل عظمت سے دل بھرے ہوئے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت ان کے یہاں کہاں اس میں یہ شاخانے بوجھتے ہیں۔ شفا شریف وغیرہا میں ائمۂ دین

تصریح فرماتے ہیں کہ حضور کے ذکر اقدس کی تعظیم ذات انور کی طرح ہے۔ وقت تشریف آوری تعظیم ذات کریم قیام سے ہے تو ذکر شریف کی یہی تعظیم مسلمانوں نے صدہا سال سے مقرر کی۔"

تعظیم وتوقیر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں سیدی امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا کردار ایک محافظ اور چویدار کا نظر آتا ہے۔ ناموس رسالت کے تحفظ میں وہ سر سے کفن باندھے ہوئے ایک مرد مجاہد کی طرح دشنام طرازوں کو للکارتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ کسی سمجھوتے کے لیے تیار نہیں۔ تعظیم وتوقیر رسالت مآب علیہ التحیۃ والثناء کے حوالے سے کسی کو بھٹکا ہوا پایا۔ منصب نبوت کے حوالے سے لب ولہجے میں ذرہ کہیں رکاکت نظر آئی فوراً قلمی معرکہ آرائی کے لیے کمربستہ نظر آتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی زندگی کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو اس بات کا اقرار واعتراف کرنا ہوگا کہ ناموس رسالت کی محافظت وچوکیداری آپ کی حیات کا نصب العین تھا۔ اس حوالے سے آپ پر تہمت بھی باندھی گئی، الزام تراشیاں بھی کی گئیں، لیکن آپ کے جذبۂ وفاداری میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔ ناموس رسالت کو بازیچۂ اطفال بنانے والوں کا تعاقب کرتے ہوئے کبھی کبھی بظاہر آپ کے لہجے میں سختی بھی پیدا ہوئی۔ پروفیسر مسعود احمد ظہری علیہ الرحمۃ اعلیٰ حضرت کے اس انداز فکر پہ تبصرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ مخالفین کی قابلِ اعتراض تحریرات پر فاضل بریلوی نے سخت تنقید فرمائی ہے اور بسا اوقات لہجہ بھی نہایت درشت ہے۔ لیکن کسی مقام پر تہذیب وشائستگی سے گرا ہوا نہیں ہے۔ وہ ناموس مصطفیٰ کی حفاظت میں شمشیر بکف نظر آتے ہیں۔ دونوں کے طرزِ عمل میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔"

پاکستان کے ایک دوسرے محقق ونقاد ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرزِ فکر پہ اپنا تبصرہ کچھ اس انداز سے قلمبند فرماتے ہیں:

"رہا یہ سوال کہ ان کی نعتوں میں بعض مقامات پر اشارۃً اور کبھی صراحۃً ان افراد کا رد موجود ہے جن کے نظریات کو وہ بارگاہ رسالت میں نامناسب غیر محتاط اور بعض اوقات لائق گرفت سمجھتے تھے۔ ایسے خیالات پر ان کا جوشِ عقیدت کسی مداہنت کا قائل نہیں ہے۔ اگرچہ فتویٰ لگانے میں ان کی احتیاط بھی دیدنی ہے۔ اکثر یوں ہی ہوا کہ خیالات کا رد کیا، نظریات کو دین سے انحراف اور کفر کہا، نظریات کی تردید ان کے سارے کلام بلکہ نثری نگارشات میں بڑی واضح ہے۔ یہ ان کا ذوقِ ایمان اور تحفظ عقیدہ کا مسئلہ تھا، کوئی ذاتی پرخاش یا مفادات کا ٹکراؤ نہ تھا، یہ نظریاتی مبارزت تھی جو پرجوش بھی تھی اور بلا کسی حجاب کے بھی تھی۔"

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کے حوالے سے جو جذبۂ جاں نثاری اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے یہاں نظر آتا ہے وہ یقیناً قابلِ صدرشک ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وعزت کی محافظت میں آپکی خدمات آبِ زر سے تحریر کیے جانے کے لائق ہیں۔ ایک وفادار، نمک خور غلام کی طرح اپنی پوری زندگی گزار دی۔ مخالفین کی دشنام طرازیوں سے وہ قطعی کبیدہ خاطر نہیں ہوتے۔ بلکہ اس پر ایک الگ نرالے انداز میں اظہار مسرت فرماتے ہیں: دیدۂ عبرت ہو تو پڑھیے:

"واللہ العظیم وہ بندۂ خدا بخوشی راضی ہے۔ اگر یہ دشنامی حضرات بھی اس کے بدلے پر راضی ہوں کہ وہ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی سے باز آئیں اور یہ شرط لگائیں کہ روزانہ اس بندۂ خدا کو پچاس ہزار مغلظہ گالیاں سنائیں اور لکھ لکھ کر شائع فرمائیں اگر اس قدر پر پیٹ نہ بھرے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی سے باز رہنا اس شرط پر مشروط ہے کہ اس بندۂ خدا کے ساتھ اس کے باپ دادا اکابر علماء قدست اسرارہم کو گالیاں دیں تو ایں ہم برعلم۔

خوشا نصیب اس کا کہ اس کی آبرو، اس کے آباء واجداد کی آبرو بدگویوں کی بدزبانی سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کے لیے سپر ہوجائے۔ یہی وجہ ہے کہ بدگو حضرات اس بندۂ خدا پر کیا کیا طوفان، بہتان اس کے ذاتی معاملات میں اٹھاتے ہیں۔ اخباروں، اشتہاروں میں طرح طرح کی گڑھتوں سے کیا

کیا خاک کے اڑاتے ہیں، مگر وہ اصلاً قطعاً اس طرف التفات کرتا نہ جواب دیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جو وقت مجھے اس لیے عطا ہوا کہ بعونہٖ تعالیٰ عزت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت کروں۔ حاشا کہ اسے اپنی ذاتی حمایت میں ضائع ہونے دوں۔ اچھا ہے جتنی دیر مجھے برا کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدگوئی سے غافل رہتے ہیں۔"

"حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے اپنے بندے کو یہ ہدایت دی، یہ استقامت دی کہ وہ ان اعاظم اکابر کی ان مدحوں پر اتراتا ہے، بلکہ اپنے رب کے حسن نعمت کو دیکھتا ہے کہ پاکی تیرے لیے ہے، کیسا تو نے اس ناچیز کو ان عظمائے عزیز کی آنکھوں یں معزز فرمایا۔ نہ ان دشنامیوں اور ان کے حامیوں کی گالیوں سے جو وہ زبانی دیتے اور اخباروں میں چھاپتے ہیں۔ پریشان ہوتا، بلکہ شکر بجالاتا ہے کہ تو نے محض اپنے کرم سے اس قابل کیا کہ یہ تیری عظمت اور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حمایت کرے، گالیاں کھائے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار کے پہرہ دینے والے کتوں میں اس کا چہرہ لکھا جائے۔"

درج بالا اقتباسات کی ایک ایک سطر وفاداری و جاں نثاری کی مشک باری ہے۔ اللہ تعظیم و توقیر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے نام پر ہر ظلم ہر ستم خندہ پیشانی کے ساتھ گوارہ ہے۔ اعلیٰ حضرت کا یہی وہ جذبۂ جاں نثاری تھا جس کی بنیاد پر اغیار و مخالفین نے بھی آپ کے جذبۂ جاں نثاری کی قسم کھا کھا کر گواہیاں دی ہیں۔ مودودی فکر کے ترجمان کوثر نیازی جو ایک شہرت یافتہ ادیب و قلمکار ہیں اعلیٰ حضرت کے اس وصف پر اپنے استاذ کے حوالے اپنا بے لاگ تبصرہ تحریر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم و مغفور سے لیا ہے۔ کبھی کبھی اعلیٰ حضرت کا ذکر آجاتا تو مولانا کاندھلوی فرمایا کرتے: مولوی صاحب! مولانا احمد رضا خان کی بخشش تو انہی فتووں کے سبب ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: احمد رضا تمہیں ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں کو بھی تم نے معاف نہیں کیا، تم نے سمجھا کہ انہوں نے توہین رسول کی تو ان پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا، جاؤ اسی ایک عمل پر ہم نے تمہاری بخشش کردی۔"

کوثر نیازی ایک دوسرے مکتبۂ فکر کے بڑے عالم مفتی محمد شفیع دیوبندی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"جب حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کی وفات ہوئی تو حضرت مولانا اشرف علی کو کسی نے آکر اطلاع دی، مولانا تھانوی نے بے اختیار دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے، جب وہ دعا کر چکے تو حاضرین مجلس میں سے کسی نے پوچھا وہ تو عمر بھر آپ کو کافر کہتے رہے اور آپ ان کے لیے دعائے مغفرت کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان نے ہم پر کفر کے فتوے اس لیے لگائے کہ انہیں یقین تھا کہ ہم نے توہین رسول کی ہے۔ اگر وہ یقین رکھتے ہوئے بھی ہم پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتے تو خود کافر ہو جاتے۔ حقیقت میں جسے لوگ امام احمد رضا کا تشدد قرار دیتے ہیں وہ بارگاہِ رسالت میں ان کے ادب و احتیاط کی روش کا نتیجہ ہے۔"

احترام و توقیر نبوت کے باب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا قلم ادب و احتیاط کے جملہ تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے پلکوں سے لفظوں کے موتیوں کا انتخاب کرتا۔ مبادا ادنیٰ سی لغزش و گستاخی اعمال کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ بن جائے۔ انہوں نے اپنی تحریروں، فتاووں اور شعری نگارشات کے ذریعے احترام و توقیر نبوت علیہ التحیۃ والثناء کے باب میں جو گل بوٹے کھلائے ہیں وہ عین منصب نبوت کے تقاضوں کے مطابق ہے۔ ان کی کسی تحریر میں افراط و تفریط کے کسی نقص و عیب کی نشان دہی نہیں کی جا سکتی۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا بے پناہ فضل و کرم ہے کہ اس نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل آپ کے قلم اور فکر کی اس طرح صیانت و حفاظت فرمائی۔ آپ نے اپنے فتوے کسی تحریر، نثر یا نظم میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی بوقلموں صفات بیان کرنے میں احد واحد اور خالق ومخلوق کا فرق ہر ہر قدم پر ملحوظ نظر رکھا۔ کہیں بھی آپ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں تحریر فرمایا۔ ایسا نظر نہیں آتا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات جلیلہ بیان کرنے میں ذاتی وعطائی کا امتیاز قائم نہیں فرمایا ہو۔ اس تعلق سے ایک مقام پر آپ تحریر فرماتے ہیں:

''افسوس کہ ان کو اتنا نہیں سوجھتا کہ علم الٰہی ذاتی ہے اور علم خلق عطائی، وہ واجب یہ ممکن، وہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضرور البقا یہ جائز الفنا، وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل، ان عظیم تفرقوں کے بعد شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون کا۔ اگر تمام اہل علم اگلے پچھلوں سب کے علوم جمع کیے جائیں تو ان کو علم الٰہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندر سے۔ بارگاہ الوہیت ونبوت میں اعلیٰ حضرت کا یہی وہ جزم واحتیاط ہے جس نے مخالفین ومعاندین کو بھی ان کی عظمتوں کے اقرار واعتراف پر مجبور کردیا۔ وہ ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، شراب عشق ومحبت مین ان کا قلم اور ان کے افکار ڈوبے ہوئے ضرور تھے لیکن شریعت کی پاسداری سے ایک لمحہ بھی غافل نہ تھے، وہ جوش میں بھی تھے لیکن ہوش کی بالادستی بھی برقرار تھی۔ وہ دیوانگی کی سرحد میں داخل تھے لیکن فرزانگی کا دامن بھی مضبوطی کے ساتھ ہاتھوں کے گرفت میں تھا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ہی اصل ایمان، روحِ ایمان اور جانِ ایمان ہے۔ اس کے بغیر ایمان کا گلشن ایک اجڑا دیار، صحرائے بے وقار اور قطعی ناقابلِ اعتبار ہے۔ نماز، روزے، حج اور زکوٰۃ بھی مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کا پٹہ گردن میں ڈالے بغیر بے وقعت ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: ''نماز ہو یا کوئی عمل صالح وہ سب اس سرکار کی غلامی وبندگی کی فرع ہے، جب تک ان کا غلام نہ ہو لے کوئی بندگی کام نہیں دے سکتی۔

لہٰذا قرآن عظیم میں ان کی تعظیم کو اپنی عبادت سے مقدم رکھا کہ فرمایا: لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا○ کہ تم ایمان لاؤ اللہ ورسول پر اور رسول کی تعظیم وتکریم کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

یعنی نماز پڑھو تو سب میں مقدم ایمان ہے کہ بے اس کے تعظیم رسول مقبول نہیں۔ یوں تو عبداللہ تمام جہان ہے مگر سچا عبداللہ وہ ہے جو عبد مصطفیٰ ہے ورنہ عبد شیطان ہوگا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔''

تعظیم وتوقیر نبوت کا یہی وہ انداز ہے جس کے زیر اثر آپ ہمیشہ اپنے دستخط میں احمد رضا کے ساتھ عبدالمصطفیٰ کا سابقہ لگاتے۔ معترضین نے غلامی کی اس روش پر اعتراضات کی بوچھار کی لیکن آپ کے اندازِ غلامانہ پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ آپ بدستور معمول کے مطابق عبدالمصطفیٰ لکھتے رہے اور معترضین کے اعتراضات کا علمی انداز میں محاسبہ فرما کر اس کے تمام تار وپود بکھیر کر رکھ دیئے۔

تعظیم وتوقیر کا یہ وہ انداز تھا جس نے آپ کو بے پناہ حساس بنا دیا تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محراب عظمت میں معمولی لغزش بھی نظر انداز کرنے کے قائل نظر نہیں آئے اور مرتکب اہانت سے ہر طرح کے مذہبی ومعاشرتی تعلق کے مقاطعے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ چنانچہ اپنی وصیت میں اس تعلق سے ہدایت فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''جس سے اللہ ورسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ، معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔''

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے منسوب ہوجانے والی چیزوں کے تعلق سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تعظیم وتوقیر کا سبق پڑھاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک یا جبۂ مبارک یا

نعل شریف یا کاسۂ مطہرہ تبرک کے لیے جس پانی پر ڈالا جائے وہ قابلِ وضو ہے۔ ہاں پاؤں پر نہ ڈالا جائے کہ خلاف ادب ہے۔ اگر منہ پر جاری منہ کا وضو ہو گیا، ان کا نام پاک لینے سے دل کا وضو ہو جاتا ہے۔"

مزید اس تعلق سے فرماتے ہیں :

"حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار شریفہ مثل جبۂ مقدسہ و نعلین مبارک کا غسالہ شفا، برکت، قابل وضو، معطی طہارت ہے، مگر پاؤں پر نہ ڈالا جائے۔

آب کوثر اور آب زم زم کے درمیان زیادہ فضیلت کسے حاصل ہے اس میں علمائے کرام کے علمی اختلافات سے اہلِ علم ناواقف نہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منسوب ہونے کی بنا پر آب کوثر کو افضل قرار دینے کی پرزور وکالت فرماتے نظر آتے ہیں۔ وہ رقم طراز ہیں:

(۱) آخرت میں وہی افضل ہے جو عند اللہ افضل ہے اور شک نہیں کہ آخرت میں کوثر افضل ہے۔ تو اب بھی کوثر زم زم سے افضل ہے۔

(۲) زم زم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا اور اللہ عز وجل فرماتا ہے: بے شک آخرت درجوں میں بڑی ہے اور فضیلت میں زائد۔

(۳) کوثر کا پانی جنت سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کوثر میں جنت سے دو پرنالے گر رہے ہیں، ایک سونے کا ایک چاندی کا اور فرماتے ہیں سن لو کہ اللہ کا بیش بہا مال جنت ہے سن لو اللہ کا بیش بہا مال جنت ہے۔

(۴) کوثر کا پانی امت مرحومہ کے لیے زیادہ نافع ہے، ایک قطرہ جس کے حلق میں جائے گا ابد الآباد تک کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ نہ کبھی اس کے چہرے پر سیاہی آئے۔

(۵) اللہ عز وجل نے عطائے کوثر اپنے حبیب افضل الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر احسان عظیم رکھا کہ "اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ" بے شک ہم نے کہ عظمت والے ہیں تم کو بے مثل و یکتا کوثر عطا فرمایا۔ تو کوثر کی عظمت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔

سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے جہاں اپنے فتاوی، نثری شہ پارے کے ذریعے تعظیم و توقیر نبوت علیہ التحیۃ والثناء کے گلستان میں گلہائے صد ہزار رنگ کھلائے ہیں وہیں شعری نگارشات کے ذریعے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محرابِ عظمت میں اپنی نیازمندیوں، عقیدتمندیوں کے خراج بوقلموں انداز میں لٹائے ہیں۔

◆◆◆

## ص ۲۴ر کا بقیہ.................

والا منکر اجماع ہے اور اس کا شمار انہیں میں ہے جن کی تکفیر واجب ہے اور پھر اس عبارت کو دیکھ کر اس فیصلہ کا انجام بتائیں جو انہوں نے صفحہ ۳۰ر پر ان الفاظ میں ذکر کیا :

"[امام] احمد رضا کا دیوبندی اکابر کے خلاف کفر کا فتویٰ ایک غلطی تھی۔"

اور اس عبارت کے پیش نظر اپنا بھی حکم بتائیں کہ اس کے بموجب وہ خود کون سے فرقے میں ہے؟ اور جب دونوں قول متضاد ہیں تو یہ کہنا کیوں کر صحیح کہ یہ بھی صحیح کہتے ہیں وہ بھی صحیح کہتے ہیں اور خاتم النبیین کے معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے امکان ذاتی کا نام ونشان کہاں؟ اسی لیے امام احمد رضا قدس سرہ نے المستند المعتمد میں فرمایا :

"وهو معدوم بلحاظ خاتم أي إمكانا ووقوعا ففيه الكفر لتكذيب النص وإنكار ماهو من ضروريات الدين. أما الذاتي فلا يحتمل الإكفار بل هو ههنا صحيح. وإن بطل في تعدد خاتم النبيين لأن الآخر بالمعنى الموجود ههنا لايقبل الاشتراك عقلاً". [ص ۱۲۰ :]

الاقتصاد کی تائید میں امام ابن حجر مکی کی کتاب "الإعلام" سے بھی ایک عبارت درج ہوتی ہے:"ومن ذلك أيضا تكذيب نبي أونسبة تعمد كذب إليه أو محاربته أوسبّه

.........جاری

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی*

# امام احمد رضا کی فارسی شاعری میں صوفیانہ اثرات

[تیسری قسط]

**گزشتہ سے پیوستہ**

.........ملاحظہ کریں۔

تواضع شہ مسکیں نواز را نازم
کہ ہم چوں بندہ کند بوس پائے آل رسول

مسکیں کو نوازنے والے بادشاہ کے تواضع پر میں ناز کرتا ہوں کہ ہم جیسے بے وقعت غلام کو حضرت آل رسول کے پاؤں کا بوسہ ملا

منم امیر جہانگیر کج کلہ یعنی
کمینہ بندہ مسکیں گدائے آل رسول

میں بھی کج کلاہ بادشاہ کا امیر ہوں یعنی
آل رسول کا گدا، مسکیں اور کمینہ غلام ہوں

اگر مثال خلافت دہد فقیرے را
عجب مدار ز فیض و عطائے آل رسول

اگر کسی فقیر کی حیثیت کو خلافت سے مثال دی جائے
آل رسول کی عطاوفیض سے بعید نہ سمجھ

مگیر خردہ کہ آں کس نہ اہل ایں کا است
کہ داند اہل نمودن عطائے آل رسول

نکتہ چینوں پر نہ جا کہ وہ اس کام کا اہل نہیں
کہ آل رسول کی عطا دیکھنے والے اس بات کو جانتے ہیں

ببیں تفاوت رہ از کجا تا بکجا
تبارک اللہ ما و ثنائے آل رسول

راستہ کا فرق دیکھ کہ کہاں سے کہاں تک ہے
کہ تبارک اللہ! کہاں ہم اور کہاں ثنائے آل رسول؟

مرا ز نسبت ملک امید آنکہ بہ حشر
ندا کنند بیا رضائے آل رسول

مجھے ایک بادشاہ سے نسبت ہے اور امید کہ میدان حشر میں پکارنے والے پکاریں اے آل رسول کی رضا آؤ۔آؤ

نسبت بڑی چیز ہوا کرتی ہے...نسبت ہی سے انسانوں میں خوبی و کمال نمایاں ہوا کرتے ہیں...کمال نسبت کے بارے میں نہ صرف میں نے سنا ہے بلکہ پڑھا بھی ہے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا بھی ہے...ایک میں ہی نہیں بلکہ بہترے لوگوں نے دیکھا ہے اور اسے سمجھا بھی ہے...تصوف میں اسی نسبت پر زور دیا جاتا ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ پورا فن تصوف اسی نسبت عالی پر قائم ہے تو کوئی غلط بات نہ ہوگی...مثال کے طور پر مجھے نسبت ہے سرکار مفتی اعظم ہند سے اور انہیں سرکار اعلیٰ حضرت سے نسبت ہے اور اعلیٰ حضرت کو حضور آل رسول سے نسبت حاصل ہے اور انہیں سرکار اچھے میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے...نسبت اور صاحب نسبت کا تذکرہ بھی صوفیائے کرام کے اثرات میں سے ہے اس بات کو نظر انداز نہ کیا جائے...اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اسی صوفیانہ اثر کا جا بجا تذکرہ فرمایا ہے اس بنیاد پر ان کی فارسی شاعری میں یہ اثرات بھی پائے جاتے ہیں...بات اسی پر ختم نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کا سلسلہ اور زیادہ دراز ہوتا ہے۔

**حضرت سیدنا الشاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ**

سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دادا پیر و مرشد ہیں...آپ ۲۸؍ رمضان المبارک ۱۱۶۰ھ میں سرزمین مارہرہ شریف میں پیدا ہوئے اور سارے جہاں کو اپنی ضیابار کرنوں سے منور و تاباں فرما کر ۱۷؍ ربیع الاول شریف ۱۲۳۵ھ میں وصال فرما گئے...آپ کا مزار پاک مارہرہ شریف میں واقع ہے...آپ کی زندگی کے حالات۔ تعلیم و تربیت کے تعلق سے معلومات حاصل کرنے کے لئے مولانا عبد المجتبیٰ صاحب کی

رضویات

*مضمون نگار مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں کے پرنسپل ہیں۔

کتاب ''مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ'' کا مطالعہ کریں اس کتاب سے آپ کی معلومات میں زبردست اضافہ ہوگا... یہاں کسی تعارف کی اجازت نہیں کہ مقالہ اس کا متحمل نہیں... سرکار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فارسی شاعری میں جہاں اپنے پیرو مرشد کا نہایت ہی تفصیل سے ذکر کیا ہے وہیں آپ نے پیرو مرشد کے پیرو مرشد حضور اچھے میاں کا بھی ذکر کیا ہے... آپ نے ان کے بارے میں کیا کہا ہے یہاں اسی کو بیان کرنا میرا مقصد ہے حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے مارہرہ شریف کے دوسرے تمام بزرگوں کا بھی ذکر کیا ہے اور ان سے امداد کی التجائیں کی ہیں... فارسی شاعری میں اس کا عنوان درج ذیل ہے:

''سلسلہ سخن تا شاخ معلائی برکاتی رسیدن و بر درِ آقایان خود برسم گدائی علی اللّٰی کشیدن۔ ترجمہ...... سلسلہ سخن کو برکاتی بلند و بالا شاخوں تک پہونچنا اور اپنے آقاؤں کے دربار تک پہونچ جاؤں اور الٰہی گدا بن کر آگے بڑھوں۔''

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے فارسی کلام میں سرکار اچھے میاں کے لئے کیا کہا اور ان کے کن کمالات کا ذکر کیا ہے... اس بارے میں تو بعد میں گفتگو کی جائے گی مگر اس فارسی کلام کا چہرہ ہی بہت کچھ بتا رہا ہے... مارہرہ مقدسہ کی سرزمین امام احمد رضا فاضل بریلوی کے لئے کس قدر متبرک اور با برکت تھی؟ یہ بتانا بہت مشکل ہے لیکن یہ سوچ لیجئے کہ آپ مارہرہ کے ریلوے اسٹیشن سے خانقاہ تک ننگے پاؤں جایا کرتے تھے اور اس بات کا تصور فرمایا کرتے تھے کہ اس مقدس زمین پر جوتی پہن کر چلنا یک نوع سوء بے ادبی ہے... یہ چہرہ ہی صوفیانہ شاعری کا نمائندہ اور ترجمان دکھائی دیتا ہے اور اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اعلیٰ حصرت فاصل بریلوی اپنے بزرگوں سے فیوض و برکات کے حصول کے لئے چلتے ہی رہے ہیں... کہیں آپ رکے نہیں اور تصوف کے فن میں اسی طرح کے چلنے کو کامیاب مانا جاتا ہے کسی ایک مقام پر ٹھہر جانے کو ناقص اور غیر کامل تصور کیا جاتا ہے جیسا کہ تصوف کے مزاج کو جاننے کے بعد اندازہ ہوتا ہے... اب ہم فارسی کے ان اشعار کو اپنی توجہ کا مرکز بناتے ہیں جو حضور قبلہ اچھے میاں رضی اللہ تعالیٰ اور بزرگان مارہرہ شریف کے تعلق سے کہے گئے ہیں۔

شاہِ برکات اے ابوالبرکات اے سلطان جود
بارک اللہ اے مبارک بادشاہ امداد کن

شاہ برکات اے ابوالبرکات اے بادشاہ کرم
بارک اللہ اے مبارک بادشاہ امداد کر

عشقی اے مقتول عشق اے خوں بہایت عین ذات
اے زجاں بگزشتہ جاناں واصلا امداد کن

اے عشقی تو مقتول عشق اور خون بہا عین ذات
اے جاں سے گزر کر جاناں تک واصل امداد کر

بے خودا و باخدا آل محمد مصطفیٰ
سیدا حق واجدا یا مقتدا امداد کن

اے بے خود اور خدا والے آل محمد مصطفیٰ
سردار! حق رسا! اے مقتدا امداد کر

اے حریم طیب توحید را کوہ احد
یا جبل یا حمزہ یا ⑧ خدا امداد کن

اے حریم پاک! توحید کے کوہ اُحد
اے جبل! اے حمزہ اے شیر خدا امداد کر

اے سراپا چشم گشتہ در شہود عین ہو
زاں سبب کردند نامت عینیا امداد کن

عین ذات کے شہود میں اے سراپا چشم!
اس لئے تیرا نام عینی ہے امداد کر

یا ابوالفضل آل احمد حضرت اچھے میاں
شاہ شمس الدین ضیاء الاصفیاء امداد کن

وحی جد تو لا یا تل او لو الفضل آمدہ است
بندۂ بے برگ را فضل و غنا امداد کن

تیرے جد پر وحی نازل ہوئی کہ فضل والے قسم نہیں کھاتے
اس بندۂ ناچیز کے فضل و غنا امداد کر

گو نہ ہجرت کردم از اثم و وغیٰ ارزم بقرب
آخر ایں در را نیم مسکیں گدا امداد کن

اگر چہ میں گناہ و معصیت نہ چھوڑ سکا پھر بھی قرب پالیا
آخر اس در پر مسکیں و گدا بن کر آ گیا امداد کر

اے کہ تو شمسی و کرامتہائے تو مثل نجوم
اے عجب ہم مہر و ہم انجم نما امداد کن

تو شمس ہے تیری کرامتیں ستاروں کی مثل
کیا عجب! مہر و انجم کے رہ نما امداد کر

من سرت دمے و دیگر از شرق خرق تاب
آفتابا در شب داتم بیا امداد کن

میں کچھ ہی چلا اور دوسرے مشرق سے چمکتا دمکتا
اے آفتاب! میری سیاہ رات میں آ اور امداد کر

تاجدار حضرت مارہرہ یا آل رسول
اے خدا خواہ وجدا ماعدا امداد کن

حضرت مارہرہ کے تاجدار اے آل رسول
اے خدا والے ماسوا سے جدا والے امداد کر

اے شہ والا عمیم آلا عظیم المرتبہ
اے پئے الا ذبیح تیغ لا امداد کن

اے شہ والا، عام نعمت اور عظیم مرتب والے
اے الا کے پیروکار اور شمشیر لا کے ذبیح امداد کر

نائل جود از نمے زاں یم مرا سیراب ساز
نوگل جود از شمے جانم فزا امداد کن

اے کرم والے اسی سمند کی نمی سے مجھے سیراب کر
کرم کے نوخیز گل خوشبو سے جاں فزا امداد کر

اے عجب غیبے ترا مشہود از غیب شہود
دیدہ از بستی و دیدی خدا امداد کن

کیا عجب؟ غیب شہود سے کوئی غیب مشہود ہو جائے
آنکھیں موند کر اے خدا بیں امداد کر

امام احمد رضا فاضل بریلوی کی فارسی شاعری کے مندرجہ بالا اشعار نہایت ہی اہم ہیں اور بلند خیالات پر مبنی ہیں... ان میں جو جذبات و احساسات اور سوز دروں بیان کی گئی ہے وہ صرف صوفیانہ اثرات ہی نہیں بلکہ ان میں کچھ ایسی فضائی کیفیات پائی جاتی ہیں جو واقعی طور پر صوفیانہ اثرات کے لئے سر چشمہ حیات ثابت ہوا کرتی ہیں... عملی طور پر جن لفظوں سے صوفیانہ اثرات نمایاں ہوتے ہیں ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔ ؎

"عشقی... مقتول عشق... خون بہایت عین ذات ...ز جاں بگزشتہ... جاناں واصلا... بے خود... باخدا ...حق واجدا... سراپا چشم گشتہ... شہود عین ھو... حمزہ ...اچھے میاں... ابوالفضل... ضیاء الاصفیاء... بندۂ بے برگ... ارزم بقرب... کرامتہائے... آل رسول... خداخواہ... پئے الا... تیغ لا... نائل جود ...نمی زاں یم... نوگل جود... شمے جانم فزا... مشہود ...غیب شہود... وغیرہ۔"

یہ وہ الفاظ جو دلوں کی ترجمانی کرتے ہیں اور اندرون قلب کی کیفیات کو بیان کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ان کے مفاہیم میں جو جمالیاتی کیفیات پائی جاتی ہیں وہ ہمارے بیاں سے باہر ہیں ان میں سوز بھی ہے اور ساز بھی ہے... ان لفظوں میں تصوف کے بہت سے زاویئے بھی کھلتے ہیں... اس قسم کے اثرات جہاں بھی بیان کئے جائیں... نثر میں یا نظم میں... ہم کیا کوئی اور بھی ایسے "شعری ادب" کو جس میں یہ اثرات پائے جائیں... اسے تصوف کی شاعری ہی کہے گا... اور پھر دوسری بات یہ ہے کہ اس میں جمالیاتی تحریکات بھی ہیں اور اندرونی کرب و اضطراب بھی ہے... امید و رجا بھی پائے جاتے ہیں اور کہیں کہیں انتظار کی کیفیت بھی... واہ کیا شاعری ہے؟ جس سے روح کو تسکین ہوتی ہے اور ذہن کو سکوں ملتا ہے ایمان بھی تازہ ہوتا ہے اور اسی سے مضمحل دلوں کو قوت و طاقت بھی نصیب ہوا کرتی ہے... میں نے بہت سے شاعروں کے کلام کو دیکھا ہے اور اسے پرکھا بھی ہے مگر جو بات اعلیٰ حضرت کی فارسی شاعری میں ہے جو لطف و مزے ملتے ہیں وہ کہیں دستیاب نہیں... اس طرح کی اور بھی بہت سی منزلیں ہیں جہاں امام احمد رضا فن تصوف کے امام تسلیم کئے جاتے ہیں اور ان کی شخصیت کا جلوۂ رنگیں لفظوں کے آئینے میں اس طرح نمایاں ہوا ہے کہ کوئی اگر وہاں سے اسے الگ کرنا چاہے

جب بھی الگ نہیں کرسکتا ہے۔۔۔اس منزل کو عبور کرتے ہوئے ایک بلندو بالا منزل پر چلتے ہیں جہاں سب کچھ ہے۔

میں نے فارسی شاعری کے جن اشعار کے تعلق سے گفتگو کی ہے اسی زمین اور اسی اسلوب میں پانچ اشعار ایسے ہیں جنہیں امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ''خلاصۂ فکر و عرض حال'' کا نام دیا ہے، ان اشعار پر کچھ گفتگو کرنے سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں پہلے یہ اشعار آپ کے گوش گزار کردوں۔

بندہ ام والا مرا مرکے آنچہ دانی کن بمن
من نمی گویم مرا بگزار یا امداد کن

میں غلام ہوں اختیار آپ کو ہے جو چاہیں کریں
میں کچھ نہیں کہتا مجھے چھوڑ دیں یا میری امداد کریں

خانہ زادان کریماں گر بشدت می زنند
ایں من واینک سرم در نے مرا امداد کن

خاندانی کرم والے اگر شدت سے کام لیں
میں ہوں اور میرا سر ہے ورنہ میری امداد کریں

دست من بگرفتی و برتست پاسش بعد ازیں
یا تو دانی یا ہماں دست تو یا امداد کن

تو نے میرا ہاتھ تھام لیا ہے اس کا لحاظ فرمائیں
آپ جانیں یا پھر وہ دست پاک یا میری امداد کریں

گر بدوزخ می روم آخر ہمی گویند خلق
کاں رسولی می رود غیرت برا امداد کن

اگر میں دوزخ میں چلا تو میں لوگ یہی کہیں گے
دیکھو وہ رسولی جا رہا ہے اے غیرت والے آقا میری امداد کریں

عار باشد بر شبان دہ اگر ضائع شود
یک رسن در دشت یا حامی الحمی امداد کن

چرواہوں کے لئے باعث عار ہوتا اگر ضائع ہو جائے
ایک رسی جنگل میں، اے چراگاہوں کے نگہباں میری امداد کریں

ان پانچ شعروں میں جو کچھ بیان کیا گیا وہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی فکر اور ان کے عرض حال کا خلاصہ ہے۔۔۔ان شعروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو اپنے پیر اور اپنے مرشد کے حوالہ کر دیا ہے۔۔۔واہ کیا انداز سپردگی ہے؟ میں غلام آپ آقا! ایک غلام کے حق میں حکم تو آپ ہی کا نافذ ہے۔۔۔تو پھر میں کیوں کہوں؟ مجھے چھوڑ دے یا میری امداد کر۔۔۔آپ کریم ہیں اور خاندانی کریم ہیں آپ ہم پر سختی کریں یا میری امداد کریں۔۔۔یہ سر بھی حاضر ہے اور یہ جاں بھی پیش خدمت ہے۔۔۔یہ تو آپ کا حق ہے۔۔۔آپ کے دست پاک میں اپنا ہاتھ دیا ہے تو اس کا پاس و لحاظ بھی آپ ہی کریں گے تو آپ جانیں آپ کیا کریں گے۔ بس میری تو یہ التجا ہے میری مدد کریں۔۔۔اور اگر آپ کا یہ خانہ زاد غلام دوزخ میں چلا جائے تو لوگ کیا کہیں گے؟ ایک رسولی جا رہا ہے تو یہ آپ کو گوارا نہ ہوگا کہ آپ تو غیرت مند آقا ہیں آپ ضرور میری مدد کریں گے۔۔۔ ہاں! مجھے صرف یہ معلوم ہے کہ چرواہوں کے لئے یہ بات باعث شرم ضرور ہوتی ہے جب اس کی کوئی رسی جنگل میں گم ہو جاتی ہے تو پھر میرا دوزخ میں جانا کیوں کر پسند کریں گے، اے چراگاہوں کے نگہباں میری امداد کریں۔

سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی فارسی شاعری میں جن شعروں کا انتخاب کیا گیا ہے ان تمام شعروں کا تعلق بزرگان مارہرہ شریف سے ہے اور خاص طور سے حضرت سیدنا الشاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان تمام شعروں میں جس رشتہ کا اظہار کیا گیا ہے وہ رشتہ ایک غلام اور ایک آقا کا ہوا کرتا ہے۔۔۔ایک غلام کی حیثیت سراپا انتظار کی ہوا کرتی ہے اور آقا تو بہر حال آقا ہے وہ غلام کے جان و مال۔۔۔فکر و شعور اور روح و جسم کا مالک ہوا کرتا ہے آقا ہونے کی حیثیت سے انہیں اس بات کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ جو چاہے سو کرے، اس بارے میں کسی غلام کو زبان کھولنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے۔۔۔بس اسی جذبہ و احساس کا دوسرا نام ''صوفیانہ اثر'' ہے اور یہ اثر جس طرح اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی اردو شاعری میں پایا جاتا ہے اسی طرح ان کی فارسی شاعری میں بھی پایا جاتا ہے۔

.........جاری

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

# ایمان، کفر اور تکفیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے پیش نظر انگریزی مضمون نگار ''نوح حامیم کیلر'' کا مقالہ ہے جس میں مضمون نگار نے دیوبندیوں کی عدم تکفیر کے بارے میں بحث کی ہے اور اصل موضوع سے پہلے ایک مقدمہ "ایمان، کفر اور تکفیر" کے عنوان سے لکھا ہے، ہم نے پورا مضمون پڑھوا کر سنا، ہم نے یہ محسوس کیا کہ مضمون تناقض سے بھر پور ہے جیسا کہ آئندہ ہماری تحریر سے ظاہر ہوگا، ہم یہاں مضمون نگار سے چند سوالات کرتے ہیں:

۱- مضمون نگار نے ایک سوال اٹھایا کہ کیا ہم ایسے شخص کو کافر یا نہ ماننے والا کہیں گے جس کی کوئی سوچ کفر یا بدعقیدگی پر مبنی ہو؟ جس کے جواب میں یہ لکھا کہ "مختصر جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں" [ص ۱]

اس پر سوال یہ ہے کہ مضمون نگار نے خود آگے چل کر یہ کہا کہ بعض صورتوں میں وہ شخص کافر کہلائے گا اور بعض میں نہیں، جب یہ حکم مضمون نگار کے نزدیک بعض صورتوں سے مقید تھا تو مختصر جواب میں مطلقاً یہ کیوں کہا کہ ضروری نہیں، اپنے مختصر جواب میں اگر صورتوں کا احاطہ نہ کر سکتے تھے تو یہ تو کہہ سکتے تھے کہ ہر حال میں ضروری نہیں، یہ اتفاقیہ طور پر قید کو چھوڑنا ہے اور پیشگی اس نتیجہ کی تصریح ہے جو اختتام بحث پر نکلتا ہے یعنی دیوبندی کسی طور پر کافر نہیں اور انہیں کافر کہنا غلطی ہے یا اسی حکم مطلق پر جمنا ہے، اس بات پر ہم آئندہ سطور میں غور کریں گے۔

۲- سوال یہ قائم کیا کہ کیا ہم ایسے شخص کو کافر یا نہ ماننے والا کہیں گے جس کی کوئی سوچ کفر یا بدعقیدگی پر مبنی ہو؟ اور جواب یہ دیا کہ ضروری نہیں اس پر سوال یہ ہے کہ سوچ اور فکر یا عقیدہ باہم مترادف الفاظ ہیں اور ان کے لیے قصد لازم، تو مضمون نگار کے جواب کا حاصل یہ ہوا کہ جس کی کوئی سوچ کفر یا بدعقیدگی پر مبنی ہو، اسے کافر کہنا ضروری نہیں، حالانکہ مضمون نگار نے اہانت بالقصد کو کفر بتایا ہے، کیا یہ صریح تناقض نہیں؟ نہیں تو کیسے؟ اور ان دونوں متضاد قولوں میں وجہ مطابقت کیا ہے؟

۳- مضمون نگار نے آگے چل کر لکھا: " آج بہت سے لوگ اسلامی کتابوں میں کوئی عبارت پڑھتے ہیں جسے کفر قرار دیا گیا ہو اور جب انہیں کسی شخص کا پتہ چلتا ہے جو اس عبارت کو جانتا ہے یا اس نے اس عبارت کے متعلق سنا ہے تو فوراً اس شخص کو کافر مان لیا جاتا ہے۔" [ص ۱:]

مضمون نگار سے اس عبارت کے آخری فقرہ کے بارے میں یہ سوال ہے کہ ان کا یہ کہنا جو اس عبارت کو جانتا ہے الخ صحت کا کون سا پہلو رکھتا ہے، اس عبارت کو جاننے والے یا

حضور تاج الشریعہ نے غالباً ۲۰۱۴ء میں نوح حامیم کیلر کے ایک انگریزی مضمون کا رد انگریزی ہی میں **A JUST ANSWER TO THE BIASED AUTHOR** کے عنوان سے تحریر فرمایا تھا، جسے انگریزی داں طبقے میں کافی پذیرائی ملی، یہ مضمون سنی دنیا کے ہندی شمارے میں قسط وار شائع ہو رہا ہے، مضمون کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر حضور تاج الشریعہ نے اس کا ترجمہ اردو میں بھی تحریر فرمادیا تھا، مضمون کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر افادۂ عام کے لئے ہم اسے قسط وار شائع کر رہے ہیں، قارئین کرام سے التماس ہے کہ اپنے تأثرات ہمیں ضرور ارسال فرمائیں۔

فاروقی

گوشۂ تاج الشریعہ

اس کے متعلق کچھ سننے والے کو کافر قرار دینا محض اس بات پر کہ وہ اس عبارت کو جانتا ہے یا اس کے متعلق کچھ سنا ہے کسی ذی فہم سے متصور ہے؟ ہرگز نہیں، تو یہ مضمون نگار کا لوگوں پر بہتان ہے یا بے سوچے سمجھے بولنا ہے؟ شاید مضمون نگار کا مقصد یہ ہے کہ بے تامل اس شخص کو اس عبارت کے پیش نظر کافر قرار دیا جاتا ہے خواہ وہ شخص اس عبارت کا مصداق ہو یا نہ ہو یعنی اس سے ایسا قول یا فعل جسے عبارت میں کفر قرار دیا گیا سرزد ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، لیکن کیا مضمون نگار کے الفاظ اس کی اس مراد کے مساعد ہیں؟ ہیں تو کیسے؟ اور اگر نہیں تو کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہو جاتا کہ مضمون نگار کو اپنی مراد بتانے کا بھی سلیقہ نہیں؟ پھر اگر یہی مراد ہے تو اس کا ثبوت بذمۂ مضمون نگار ادھار ہے۔

۴— مضمون نگار نے آگے کہا کہ: "کسی مسلمان کی تکفیر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے"۔ [ص ۱:]

بلاشبہ یہ بڑی بات ہے، جب کہ بے دلیل شرعی ہو اور جب دلیل شرعی قائم ہو تو کافر کہنا نہیں، بلکہ اسے کافر ٹھہرانا ہے جو اہانت، انکار ضروریات دین کے سبب خود کافر ہوا، دیوبندی جن کے اقوال کی شناعت اس حد تک مضمون نگار کو مسلم ہے کہ آگے چل کر خود کہا کہ:

"خلاصہ یہ ہے کہ خلیل احمد سہارنپوری کا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کا شیطان کے علم سے جو کہ مخلوقات میں سب سے زیادہ ذلیل ہے نامناسب موازنہ قطع نظر اس کے موقف کے ایسی بات ہے کہ چند ہی مسلمانوں کو روا ہوگا۔۔۔ ۔۔۔اس نے اس عبارت میں شدید ٹھوکر کھائی ہے، کسی بھی ماضی کے اسلامی معاشرے میں چاہے حیدرآباد ہو یا کابل، بغداد ہو یا قاہرہ، فاس ہو یا دمشق، المختصر یہ کہ اس کے دور کے برٹش انڈیا کے سوا دنیا کے تمام مسلمان ان الفاظ کو ذلت آمیز اور ناقابل قبول پاتے"۔ [ص ۲۸:]

مزید کہا کہ:

"اب اگر پلٹ کر پیچھے دیکھیں تو اس بات پر کوئی بھی حیران ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا کہ خلیل احمد اور اشرف علی کے دوستوں، استادوں اور شاگردوں نے ان لوگوں کے مخالفوں سے قبل اختلاف کیوں نہ کیا؟ اس بات پر کہ ان سے پہلے کب کسی عالم دین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک کا کسی شیطان، مجنون یا کسی جانور کے علم سے موازنہ کیا ہو،۔۔۔ شاید ہی کسی مسلمان کے لیے ایسی بات یا ایسا موازنہ اپنے باپ کے لیے بھی قابل قبول ہو؟ چہ جائیکہ ایسی بات اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے لیے کی گئی ہو ایسی بات بغیر کسی شبہ کے کھلی بے ادبی اور گستاخی ہے جس کا دفاع ناممکن ہے"۔ [ص ۳۱:]

یعنی اس کو اس امر میں شک ہے کہ تھوڑے مسلمان بھی ان اقوال بد کو مقرر رکھیں گے، کیا اس شک سے بھرے اقرار کا یہ حاصل نہیں کہ یہ امر مضمون نگار کے نزدیک بھی یقینی ہے کہ ان اقوال بد کو کوئی مسلمان گوارا نہ کرے گا، اس اعتراف کے باوجود دیوبندیوں کو کفر سے بچانے کے لیے یہ تمہید اور وہ نتیجہ کہ انہیں کافر کہنا غلطی ہے، مضمون نگار کا تضاد نہیں تو کیا ہے؟ مذکورہ بالا جملہ مضمون نگار کے نزدیک مطلق ہے یا مقید؟ اگر مطلق ہے تو مضمون نگار پہلے یہ کہہ چکا کہ "بعض صورتوں میں وہ شخص کافر کہلائے گا بعض میں نہیں" جس کا مفاد یہ ہے کہ حکم مقید ہے پھر اسے مطلق کیوں چھوڑا؟ اور اگر مقید ہے تو قیود کی تفصیل اور متکلم کے کلام میں ممکنہ وجوہ جیسے صریح، متعین یا متبیّن اور دونوں کا حکم اور یہ کہ فقہا و متکلمین کے مذہب کا بیان، یہ سب امور کیوں نہ بیان ہوئے؟ اس لیے کہ مضمون نگار نے اٹھارویں صدی عیسوی میں وہابیوں کے فتنے کا ذکر کرنے کے بعد یہ کہا کہ: "یہ بات بہت سے دوسرے قدامت پسند مسلمانوں میں بہت عام ہوئی"۔ [ص ۱:]

مضمون نگار کا مضمون انگریزی میں ہے جس میں اس نے بہت سے مسلمانوں کو Orthodox کہا Orthodox انگلش ڈکشنری کے مطابق چند معنی کے لیے آتا ہے جو درج ذیل ہیں:

: adj. Generally accepted: Orthodox

(Person) صحیح عقیدہ rightly taught belief
صحیح Person holding it صحیح العقیدہ Holding it
العقیدہ (Veng, etc. old fashioned فرسودہ
[خیالات] کی تقلید کرنے والا with such [Person]
Orthodoxy تقلید پسند، دقیانوسی، فرسودہ خیال views
n, being orthodox صحیح العقیدہ ہونا، دقیانوسی ہونا۔

مندرجہ بالا ڈکشنری کے حوالے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ Orthodox کے دو معنی ہیں: صحیح العقیدہ اور دقیانوسی، اور مضمون نگار صاحب سے سوال ہے کہ انہوں نے Orthodox سے کیا مراد لیا؟ صحیح العقیدہ یا دقیانوسی، برتقدیر اول مضمون نگار کے بقول وہ لوگ صحیح العقیدہ کیسے رہ گئے جن میں یہ بات عام ہوئی جو اس کے بقول" آج کے دور کی بہت بڑی بدعت ہے"۔

برتقدیر ثانی کیا اس کے قول سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو بات بہت سے مسلمانوں میں عام ہے جو اس کے بقول دقیانوسی ہیں وہ بات بھی اس کے بقول دقیانوسی ہے اور پرانے زمانے سے چلی آرہی ہے پھر اسے آج کے دور کی بہت بڑی بدعت کہنا کیوں کر صحیح ہے؟ اور کیا یہ صحیح العقیدہ مسلمانوں پر بہتان نہیں اور یہ بلا امتیاز سارے مسلمانوں کی توہین نہیں؟

مضمون نگار قدامت پسندی پر طعنہ زن ہیں، اسلام کے اصول کیا نئے ہیں؟ ہرگز نہیں، وہ تو قدیم ہیں، تو یہ طعنہ کیا صرف مسلمانوں پر ہے یا اسلام کے اصولوں پر؟ بیشک یہ طعنہ اسلام کے اصولوں پر ہوا، پھر کیا مضمون نگار جدید اصول دین اور جدید اسلام کے داعی ہیں؟ آپ قدامت پسندی پر معترض ہیں اور جدت کے داعی ہیں تو خود آپ کیا ہوئے؟

مضمون نگار کا یہ کہنا کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا بہت بڑی بات ہے اگر چہ یہ ایک جنرل بات ہے مگر یہ ظاہر ہے کہ مضمون نگار یہ بات دیوبندیوں کے بچاؤ میں کہہ رہا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ دیوبندی اس کے نزدیک مسلمان ہیں اور ان کو کافر کہنا بڑی بات ہے، اب مضمون نگار کی ذمہ داری ہے کہ ثابت کرے کہ دیوبندی مسلمان ہیں، کیا ختم نبوت کا انکار ضروریات دین کا انکار نہیں؟ اور خاتم النبیین بمعنی نبی آخر الزماں کے متعلق یہ کہنا کہ یہ عوام [یعنی جہلا] کا خیال ہے، قرآن وسنت واجماع امت کی تکذیب نہیں؟ اگر نہیں تو کیسے؟ اور تکذیب ہے اور ضرور ہے تو کیا یہ کفر نہیں؟ پھر معنی مذکور کو عوام کا خیال بتا کر یہ کہنا کہ اہل فہم پر روشن ہوگا کہ" تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں"، کیا یہ انکار بر انکار اور تکذیب در تکذیب نہیں؟ امام غزالی کی تصنیف" الاقتصاد" جو مضمون نگار کی بھی مستند ہے وہ پیش نظر رکھ کے مضمون نگار یہ بتائے کہ آیۂ کریمہ خاتم النبیین میں کوئی تاویل مقبول ہے؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ اور اس کے مقبول ہونے پر شرع سے کیا دلیل ہے؟ اور اگر کوئی تاویل نہیں اور ہرگز نہیں تو اس آیۂ کریمہ کا انکار بر انکار، تکذیب در تکذیب اور اس کو کوئی وصف مدح نہ ماننا، حالانکہ قرآن نے اس کو مقام مدح میں ذکر کیا اور سنت اور اجماع امت سے یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑی فضیلت سمجھی گئی اور یہ سب ضروریات دین سے ہے جس کو قاسم نانوتوی نے رد کر کے ایک ہی جملے میں کئی ضروریات دین کا انکار کر دیا، پھر بھی مضمون نگار کے نزدیک مسلمان اور اس کی تکفیر بے دلیل! مضمون نگار معنیٰ خاتم النبیین میں تاویل کس گھر سے لائیں گے؟ حالانکہ امام غزالی کی کتاب مستطاب" الاقتصاد" جو مضمون نگار کی بھی مستند ہے میں صاف ارشاد ہوا:

الباب الرابع فی بیان من یجب تکفیرہ من الفرق [إلی أن قال:] الرتبة السادسة: ألا یصرح بالتکذیب ولا یکذب أیضا أمرا معلوما علی القطع التواتر من أصول الدین، ولکن ینکر ما علم صحته بالإجماع المجرد. فلا مدرك لصحته إلا الإجماع. فأما التواتر.. فلا یشهد له؛ کالنظام مثلا إذ أنکر کون الإجماع حجة قاطعة فی أصله. وقال: لیس یدل علی استحالة الخطإ علی أهل الإجماع دلیل عقلی قاطع ولا شرعی متواتر لا یحتمل التأویل. فکل ما یستشهد به من الأخبار والآیات مؤول بزعمه. وهو فی قوله هذا خارق لإجماع التابعین. فإنا نعلم إجماعهم علی



گوشۂ تاج الشریعہ

أن ما أجمع عليه الصحابة حق مقطوع به لا يمكن خلافه. فقد أنكر الإجماع وخرق الإجماع.

وهذا في محل الاجتهاد. ولي فيه نظر، إذ الإشكالات كثيرة في وجه كون الإجماع حجة. فيكاد يكون ذلك كالممهد للممهد للعذر. ولكن لو فتح هذا الباب.. انجر إلى أمور شنيعة. وهو أن قائلا لو قال: يجوز أن يبعث رسول بعد نبينا محمد صلى الله عليه وسلم.. فيبعد التوقف في تكفيره ومستند استحالة ذلك عند البحث يستمد من الإجماع لا محالة، فإن العقل لا يحيله. وما نقل فيه من قوله: ((لا نبي بعدي)). ومن قوله تعالى: {خاتم النبيين}.. فلا يعجز هذا القائل عن تأويله فيقول: (خاتم النبيين) أراد به أولي العزم من الرسل، فإن قوله: {النبيين} عام، ولا يبعد تخصيص العام. وقوله: ((لا نبي بعدي)) لم يرد به الرسول. وفرق بين النبي والرسول. والنبي أعلى رتبة من الرسول.. إلى غير ذلك من أنواع الهذيان.

فهذا وأمثاله لا يمكن أن تدعي استحالته من حيث مجرد اللفظ، فإنا في تأويل ظواهر التشبيه قضينا باحتمالات أبعد من هذه ولم يكن ذلك مبطلا للنصوص. ولكن الرد على هذا القائل أن الأمة فهمت بالإجماع من هذا اللفظ ومن قرائن أحواله أنه أفهم عدم نبي بعده أبداً وعدم رسول أبدا. وأنه ليس فيه تأويل ولا تخصيص. فمنكر هذا لا يكون إلا منكراً للإجماع.

(الاقتصاد فی الاعتقاد 302-308)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ امام غزالی نے ایک باب باندھا ان فرقوں کے بیان میں جن کی تکفیر واجب ہے اور فرمایا کہ مرتبہ سادسہ یہ ہے کہ صاف صاف قرآن وسنت میں کسی کی تکذیب نہ کرے اور نہ کسی ایسے امر کو صاف صاف جھٹلائے جس کا یقینی طور پر تواتر سے اصول دین سے ہونا معلوم ہو لیکن ایسی شی کا منکر ہو جو اجماع محض سے ثابت ہو۔

آگے چل کر فرماتے ہیں: اگر تاویلات سے رد اجماع کا دروازہ کھولا جائے تو یہ بہت سارے امور شنیعہ کی طرف منجر ہو، یوں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے: ہمارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی رسول کا مبعوث ہونا ممکن ہے، تو اس کی تکفیر میں توقف مستبعد ہوگا اور بحث کے وقت اس امر کے محال ہونے کی سند میں لامحالہ اجماع سے مدد لی جائے گی، اس لیے کہ یہ بات عقلاً محال نہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول "لا نبی بعدی" اور اللہ تعالیٰ کے قول "خاتم النبیین" میں تاویل سے وہ معترض عاجز نہ ہوگا، چنانچہ کہہ سکتا ہے "خاتم النبیین" سے اولوالعزم رسول مراد ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "النبیین" عام ہے اور عام کی تخصیص مستبعد نہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "لا نبی بعدی" سے رسول کو مراد نہیں لیا اور نبی اور رسول میں فرق ہے، اور رسول نبی سے مرتبے میں اعلیٰ ہے، اس کے علاوہ اور دوسری باتیں یہ اقسام ہذیان سے ہیں، تو یہ اور اس جیسی اور باتوں کے محال ہونے کا دعویٰ محض لفظ میں نہیں کیا جا سکتا، اس لیے کہ ان نصوص کی تاویل میں جو تشبیہ کے معنی میں ظاہر ہیں ہم نے بہت سے ایسے احتمالات پر فیصلہ کیا جو ان احتمالات سے دور تر تھے پھر بھی مذکورہ احتمالات نصوص کو باطل کرنے والا نہ ٹھہر سکے لیکن اس قائل کا رد یوں کیا جائے گا کہ امت نے بالاجماع اس لفظ سے اور اس کے قرائن حالیہ سے یہ سمجھا کہ یہ لفظ یہ سمجھاتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہ ہوگا نہ ان کے بعد کوئی نیا رسول ہوگا اور یہ کہ نہ اس میں کوئی تاویل ہے نہ کسی تخصیص کی گنجائش ہے تو اس کا منکر اجماع ہی کا منکر ٹھہرے گا۔

مضمون نگار صاحب دیکھیں کہ انہیں کی مستند "الاقتصاد" میں کیسی صاف تصریح ہے کہ خاتم النبیین کے معنی میں کسی تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں اور باجماع امت اس کا یہی مفہوم ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہمیشہ کے لیے نیا نبی اور رسول جدید معدوم ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کی بعثت کو ممکن ماننے بقیہ ص ۳۴ پر

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

# ملفوظات تاج الشریعہ

**صوفیائے** کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات و فرمودات کو ”ملفوظات“ کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات و فرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات و فرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال و جواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری و ساری رہا، اس دوران آپ نے کم و بیش ۷۰۰۰؍ ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ”ملفوظات تاج الشریعہ“ صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات و جوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم و دانش سے التماس کرتا ہے کہ ”ملفوظات تاج الشریعہ“ میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل و مرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی گیارہویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کر رہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

**گزشتہ سے پیوستہ**

۲۷؍ جون ۲۰۱۰ء، بریلی شریف، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض...۱: کچھ لوگوں کا معمول ہے کہ نماز کے بعد مدینہ شریف کی طرف رُخ کر کے سلام پڑھتے ہیں پھر بغداد شریف کی طرف رُخ کر کے غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں سلام عرض کرتے ہیں اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں اور ایسا ہر نماز کے بعد کرتے ہیں، کیا یہ کوئی وظیفہ ہے؟ اس کے لئے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے؟ کیا مجھے اور آپ کے تمام مریدین کو بھی ایسا کرنے کی اجازت ہے؟

ارشاد...: صلاۃ غوثیہ میں یہ عمل ہے کہ اس کے بعد بغداد شریف کی طرف منہ کر کے گیارہ قدم چلے اور صلاۃ غوثیہ کی ہر سُنّی کو اجازت ہے اور یہ عمل بہر حال بہتر ہے اس میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے اور سرکار بغداد رضی اللہ عنہ سے استمداد اور توسل اور اس کا استظہار ہے جو باعثِ برکت ہے۔

عرض...۲: اگر ہم دار الحرب میں رہتے ہوں اور ہماری جیولری کی دکان ہو تو کیا ہم عیسائی کراس (زُنار) کے ہار وغیرہ بیچ سکتے ہیں جب کہ وہاں کا قانون یہ مطالبہ کرتا ہو کہ دکان پر ہر قسم کی عیسائی مذہبی جیولری بھی بیچنے کے لئے رکھی جائے؟ برائے کرم اردو میں جواب عنایت فرمادیں۔ (انگریزی سوال)

ارشاد۔۔۔: اگر قانون مطالبہ کرتا ہے اور اس میں حرج معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ مجبوری کی صورت ہے اور عیسائی جیولری میں کیا بات ہے اس کو ذکر کر کے سوال کرنا چاہئے البتہ مجبوری کی اگر صورت ہے اور شرعی مجبوری ہے، قانون مجبور کرتا ہے تو حکم دوسرا ہے اور اگر اس سے بچ سکتے ہیں اور عیسائی جیولری میں کچھ ایسی چیزیں ہیں جو اسلام کے خلاف ہیں تو ان سے بچنا بہتر ہے۔

عرض۔۔۔۳: آپ نے ایک سیشن میں فرمایا کہ جن شہروں میں کچھ دنوں کے لئے جب عشا کا وقت نہ آتا ہو تو وہاں پر عام دنوں میں جو عشا کا وقت ہوتا ہے اس کے مطابق ان دنوں میں عشا ادا کریں، بہارِ شریعت میں ہے کہ جن شہروں میں جن دنوں میں عشا کا وقت نہ آتا ہو وہ وہاں عشا کی قضا پڑھے، رہنمائی فرمائیں۔

ارشاد۔۔۔: ہاں وہ قضا ہی ہوگی ادا تو نہ ہوگی۔ ٹھیک ہے۔

عرض۔۔۔۴: سیون اپ، پیپسی وغیرہ کا پینا کیسا اور اس کو مجالس و محفل میں نیاز کے طور پر تقسیم کرنا کیسا ہے؟

ارشاد۔۔۔: سیون اپ اور پیپسی میں جب تک یہ شرعی طور پر ثابت نہ ہو کہ اس میں کسی ناجائز چیز کی آمیزش ہے اس کے استعمال سے ممانعت نہیں ہو سکتی کہ اصل اشیا میں طہارت اور اباحت ہے جب کسی خاص بوتل میں یا خاص برتن میں یا خاص کسی مشروب میں یہ ثابت ہو جائے کہ خاص بعینہ اس میں کسی ناجائز چیز کی آمیزش ہے تو بعینہ وہ خاص مشروب حرام اور ناجائز ہوگا اور محض بازاری شہرت یا یہ احتمال کہ اس میں ایسا ہو سکتا ہے ناجائز ہونے کے لئے یہ کافی نہیں ہے اور اس بنا پر کوئی شے ناپاک یا ناجائز قرار نہیں دی جائے گی لہٰذا اس کا استعمال جائز ہے اور نیاز وغیرہ میں رکھ سکتے ہیں البتہ اگر شبہ ہے اور کوکا کولا اور پیپسی وغیرہ کے متعلق یہ سنا ہے کہ یہ یہودیوں کی کمپنی کا پروڈکٹ ہے اور ممکن ہے کہ انہوں نے کچھ اس میں آمیزش کی ہو، اور یہ تو سنا ہے کہ اس کا معاوضہ یا اس کا جو پیسہ ملتا ہے وہ نام نہاد اسرائیل، نام نہاد کہتا ہوں اس لئے کہ اسرائیل تو حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا لقب ہے اور ان کا نام ہے تو اس نام کے وہ حکومت اور وہ لوگ مستحق نہیں ہیں کہ ان کا تو ایمان ہی ان پر نہیں ہے تو اس حکومت اور مسلمانوں کے جو دشمن ہیں ان پر وہ پیسہ خرچ کیا جاتا ہے اس لئے اگر مسلمان بچیں تو ان کو بچنا ہی چاہئے۔

عرض۔۔۔۵: پیشاب کے قطرے کی بیماری کے کس حد تک ہونے پر معذور کہلائے گا؟

ارشاد۔۔۔: جب کہ قطرہ ہر وقت آتا ہو اور نماز کا کوئی وقت اس سے خالی نہ ہو نماز کے اوقات میں ہر نماز کے وقت میں اگر وہ قطرہ آتا ہے اس صورت میں وہ معذور ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز وہ تازہ وضو سے پڑھے جب اس نماز کا وقت نکل گیا اس کا وضو جاتا رہا اور پھر جب دوسری نماز کا وقت آئے اس کے لئے تازہ وضو کر کے نماز پڑھے اس طور پر وہ فرائض اور وقت میں سنت و نوافل سب ادا کر سکتا ہے۔

عرض۔۔۔۶: اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اھل القبور۔ (روح البیان، جلد ۸، صفحہ ۱۰۹)

حضور اس حدیث پاک میں اہل قبور سے کون لوگ مراد ہیں؟ مزید تفصیل فرما کر ہمارے دل منور فرمائیں۔

ارشاد۔۔۔: اہل قبور سے ظاہر سی بات کہ مسلمان مراد ہیں اور مسلمانوں میں بدرجۂ اولیٰ جو اولیا اور علما اور شہدا ہیں وہ اس کے مصداق ہیں اور یہ حدیث نہیں ہے حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ یا کسی اور بزرگ کا قول ہے۔

عرض۔۔۔: نکاح کے بعد ولیمہ کرنے کی مدت کیا ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد۔۔۔: نکاح کے بعد شبِ زفاف کے دوسرے دن ولیمہ کرنا سنت ہے۔

عرض۔۔۔۷: الحمد شریف نماز میں فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے؟ اور اگر نماز میں الحمد پڑھنا بھول گیا تو کیا حکم ہے؟

ارشاد۔۔۔: واجب بھی ہے اور سنت بھی اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت سے یہ ثابت ہے اور فرض ما تیسر القرآن ایک آیت یا اس کے مقدار وہ فرض ہے۔

عرض۔۔۔۸: چار رکعات فرض میں تیسری رکعت میں الحمد کے بعد بھول سے بسم اللہ کی پوری آیت پڑھ لی تو اب سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟

ارشاد... : نہیں، الحمد کے بعد اس کو قرأت کا اختیار ہے اگر چہ یہ ہے کہ تیسری رکعت میں الحمد کے بعد ضم سورت نہیں ہے لہٰذا بھول کر اگر بسم اللہ پڑھی تو اس صورت میں سجدۂ سہو نہ ہونا چاہئے مزید اس سلسلے میں دیکھ کر کچھ کہا جا سکتا ہے۔

عرض... ۹: فجر کی جماعت چل رہی ہے اور اتنا وقت ہے کہ اس درمیان میں سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہو سکتے ہیں تو کیا سنت پڑھ لینا چاہئے؟

ارشاد... : پڑھ لینا چاہئے اگر یہ گمان ہو کہ التحیات میں پا لے گا تو سنت پہلے پڑھے پھر جماعت میں شریک ہو۔

عرض... ۱۰: تہجد کی نماز کی نیت کیا ہونی چاہئے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد... : تہجد کی نماز کی کوئی خاص نیت نہیں ہے جیسے اور نمازوں کی نیت ہے ویسے ہی تہجد کی نیت ہے۔

عرض... ۱۱: کیا ہر وہ شخص جو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا غلط کہتا ہے بدمذہب ہے؟

ارشاد... : بالکل، بے شک وہ بدمذہب ہے۔ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ:

**ما رأہ المسلمون الحسن فھو عند اللہ حسن۔** جس چیز کے اچھے ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق ہو اور بکثرت لوگ اس پر عمل کریں اس کو اچھا جانیں تو وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک حسن ہے۔ (مسند احمد، ج ۱۹، ص ۴۰۶، حدیث ۳۷۵۹۳)

اس کو غلط اور باطل کہنا یہ گویا کہ بکثرت عام مسلمانوں کو گمراہ اور غلط کار اور گناہ گار کہنا ہے اور ناجائز طور پر کسی پر گمراہی کی تہمت لگانا یا گناہ گار سمجھنا یا ان کے افعال کو غلط سمجھنا یہ خود ناجائز وحرام اور خود گمراہی ہے اس پر لازم ہے کہ مسلمانان اہل سنت وجماعت کی موافقت کرے اور جو وہ کر رہے ہیں ان کے کام میں موافقت کرے اگر نہیں کر سکتا تو دل سے ان کے فعل کو جائز اور اچھا سمجھے یہ نہیں کہ اُلٹا انہیں کو گناہ گار اور گمراہ سمجھے، اس صورت میں وہ وہابیوں کی طرح خود ہی گمراہی کا مستحق ہے۔

عرض... ۱۲: کیا قدرت کو برا کہنا اللہ عزوجل کو برا کہنا ہے؟

ارشاد... : بے شک قدرت کو بُرا کہنا اس سے یہی لازم آتا ہے اور حدیث شریف میں یہ بھی فرمایا کہ:

**لا تسب الدھر فان اللہ ھو الدھر۔** (مسند احمد، ج ۸، ص ۱۹۴، حدیث ۳۶۶۷) دہر کو گالی مت دو اور دہر میں ہی ہوں۔

یعنی دہر کا خالق اور اس کا پیدا کرنے والا اور اس کا مربی میں ہوں تو بے جا اس طور پر گالی دینا، حدیث میں یہ آیا کہ یہ گالی معاذ اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچتی ہے۔

عرض... ۱۳: بہت سارے علمائے کرام کے نام کے ساتھ کعبہ وقبلہ کہا جاتا ہے اس کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ کیا ایسا کہنا چاہئے؟

ارشاد... : کوئی حرج نہیں ہے، قبلۂ توجہ، مرجع خلائق، جس طرح کعبہ مرجع توجہ ہے مسلمانوں کے لئے اسی طور پر سرکار علیہ السلام اور سرکار علیہ السلام کے نائب اور ان کے جانشین علما ائمہ وہ مرکز اقبال اور مرکز توجہ ہیں ان کی طرف توجہ کی جاتی ہے اور شریعت ان کی طرف رجوع کا حکم دیتی ہے اس اعتبار سے ان کو کعبہ وقبلہ کہا جاتا ہے۔

عرض... ۱۴: ایک سید صاحب جو بدمذہب ہو گئے کیا وہ اب بھی سید ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد... : بدمذہبی کیسی ہے کس حد تک ہے اگر وہ حد کفر تک ہے تو اب سیادت ختم ہو گئی اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام سے نسبت قائم نہیں رہی اور وہ شخص مسلمان ہی نہیں ہے اور اگر بدمذہبی حد کفر تک نہیں ہے پھر بھی اس شخص سے پرہیز کا حکم ہے۔

عرض... ۱۵: اگر وہ سید نہیں اور اسی بدمذہبی کی حالت میں وہ چل بسا تو اس کی اولاد کیا کہلائے گی کیا وہ سید ہیں جب کہ وہ اہل سنت وجماعت کے راستے پر ہوں؟

ارشاد... : وہ اگر اہل سنت وجماعت کے مذہب پر ہیں اور باپ کی بدمذہبی میں شریک نہیں ہیں تو ان پر کوئی الزام نہیں ہے اور وہ مسلمان ہیں اور اگر وہ باپ بدمذہبی پر ہے اور اس کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچی اور وہ اس کو کافر نہیں جانتے تو ان کا بھی وہی حکم ہے جو اس کا ہے۔

عرض... ۱۶: اگر ایک شخص کسی ولی کے مزار شریف کی

ملفوظات

زیارت کو جارہا ہو مگر اس کے جانے سے اس کے گھر میں اس کی ماں، اس کی بیوی یا بہن گھر پر اکیلے رہ جائیں گے تو کیا اس صورت میں ان کو ساتھ لے جا سکتا ہے؟

**ارشاد...:** لے جاسکتا ہے۔

**عرض...۱۷:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک سچے آدمی کا خواب (جو سچا ہو) نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔'' (صحیح بخاری)

برائے کرم اس حدیث شریف کی وضاحت فرمادیں؟

(انگریزی سوال)

**ارشاد...:** اس میں وضاحت کی کیا بات ہے! دوسری روایت میں آیا ہے کہ ''بقیۃ المبشرات'' نبوت چلی گئی لیکن علوم نبوت کا یہ (اچھا خواب) چالیس اجزاء میں سے ایک جز اس کا ہے اور یہ مبشرات جن میں اچھی باتوں کی خوشخبری دی جاتی ہے مومن کو یہ بھی علوم نبوت میں سے ہے یعنی نبی علیہ السلام کے علوم کا ایک سرچشمہ اور ان کا فیض ہے ان کی امت کو جو ملتا ہے اس میں نبی علیہم السلام کی نبوت کا اور سرکار ابد قرار جناب احمد مختار صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے علوم کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے علم غیب اصالتاً ان حضرات کو عطا فرمایا ہے اور اس کا منبع سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام کو بنایا ہے ان کے ذریعے سے ان کے علوم انبیائے کرام علیہم السلام پر، مرسلین علیہم السلام پر، اولین پر اور آخرین پر فائز ہوئے اور انہیں سے علوم آدم متنزل ہوئے اور انہیں کے اس سرچشمۂ علم غیب کا یہ اثر ہے کہ عام مسلمانوں کو بھی خوابوں میں اور دوسرے دیگر ذریعوں سے، ان کی اتباع اور سچی پیروی کے ذریعے سے بعض علوم غیبیہ پر اطلاع ہوجاتی ہے یہ سب کا سب حضور علیہ السلام کے علوم نبوت کا ایک قطرہ اور اس کا ایک شمہ ہے۔

**عرض...۱۸:** جو اذان کا سوفٹ ویر آج کل کمپیوٹر میں ڈاؤن لوڈ کرتے ہیں اس میں ہر وقت کی اذان ہوتی ہے کیا اس میں عام اذانوں کا حکم ہوگا کہ بات وغیرہ نہ کریں؟

**ارشاد...:** اس کو جب لگایا گیا، اذان جو کہ ذکر ہے اور سننے کے لئے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان کو سننا ہی چاہئے اور پھر اس طور پر کہ لگا کر لوگ باتوں میں مصروف ہوجائیں یہ اس سے ایک اعراض کی اور روگردانی کی صورت ہے یہ بہتر نہیں ہے اور اگر لوگوں کے مشغولی اور مصروفیت کے اوقات ہیں تو ان اوقات میں لگانا نہ چاہئے۔

**عرض...۱۹ :** کچھ لوگ ذکر الٰہی و دُعا کے وقت اندھیرا کرتے ہیں کیا ایسا کرنا بہتر ہے؟

**ارشاد...:** مشائخ میں، بزرگوں میں یہ معمول ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے یکسوئی وغیرہ کے لئے کہ فکر مجتمع ہو اور دھیان اِدھر اُدھر نہ بٹے نظر اور طرف نہ پہنچے اس لئے یہ کیا جاتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

**عرض...۲۰:** کچھ لوگ عصر کے بعد اور کچھ لوگ مغرب کے بعد سونے سے منع کرتے ہیں کیا اس میں کوئی حقیقت ہے؟

**ارشاد...:** مغرب کے بعد تو سونا بُرا ہے اور حضرت حضور مفتیٔ اعظم ہند رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اکثر بیشتر اس پر ناراض ہوتے تھے کہ اس میں اندیشہ یہ ہے کہ عشا سے پہلے اگر سو گیا اور نیند گہری ہوگئی تو عشا میں یا تو اتنی تاخیر ہوگی کہ وقت مکروہ کہ جس وقت تک تاخیر کرنا ناجائز ہے وہ ہوگا یا عشا فوت ہوجائے گی اس لئے جس کو اور غالباً اکثر لوگ ایسے ہی ہیں جس کو یہ بھروسہ نہیں ہے اعتماد نہیں ہے اپنے اوپر اس کو یہ لازم ہے کہ مغرب کے بعد نہ سوئے، جاگے اور عشا پڑھ کر سوئے اور عصر کے بعد سونے کے سلسلے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

**من نام بعد صلاۃ العصر فجن فلا یلومن الا نفسہ۔** عصر کے بعد اگر کوئی سوجائے پھر پاگل ہوجائے تو وہ اپنے اوپر ہی ملامت کرے۔ (مسند ابی یعلی الموصلی، ج ۱۰، ص ۱۷۸، حدیث ۴۷۹۳)

بہتر نہیں ہے عصر کے بعد سونا۔

**عرض...۲۱:** ایک شخص جو بڑا پرہیزگار نماز روزے کا پابند تہجد گزار ہے جھوٹ نہیں بولتا آزمایا ہوا ہے مگر وہ خود کو سُنّی نہیں بتاتا اور وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اب اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

رہنمائی فرمائیں۔

ارشاد…: وہ اگر سُنّی نہیں ہے تو اس کا دعویٰ سننے کے قابل نہیں ہے اور بالفرض اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ اس کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوئی تو محض اس بنا پر کہ اس نے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو خواب میں دیکھا اور وہ عقائد اہل سنت و جماعت نہیں رکھتا اس کو سُنّی قرار نہیں دیا جاسکتا جیسے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا جلوہ جاگتے میں کافروں نے بھی دیکھا مگر محض اس بنا پر کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو انہوں نے دیکھا کیا وہ مسلمان اور صحابی قرار دیئے جائیں گے؟ صحابی وہ ہے جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو حالت ایمان میں دیکھے اور مومن وہ ہے جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا کلمہ پڑھے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اگر چہ اس کو بالفعل سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا دیدار نہ ہوا ہو اور کسی کو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا دیدار ہوجائے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے مذہب پر نہ ہو، دین کا وہ منکر ہو ہر گز وہ سُنّی نہیں ہے مسلمان نہیں ہے۔

عرض… ۲۲: کیا بد مذہب کو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا دیدار ممکن ہے؟

ارشاد: ہوسکتا ہے۔

عرض… ۲۳: مسجد کا جو باہر کا حصہ ہے وہاں دھوپ کی وجہ سے لوگ صف کو پورا نہیں کرتے بلکہ جہاں تک چھاؤں ہوتی ہے وہاں تک صف بناتے ہیں اور باقی کی جگہ دھوپ کی وجہ سے خالی رکھ کر پچھلی صف میں آجاتے ہیں ایسا کرنے سے صف منقطع ہوتی ہے یا نہیں؟

ارشاد…: اس سے صف منقطع نہیں ہوگی۔

عرض… ۲۴: جاندار کی تصویر والے کپڑے سات سال سے چھوٹے بچوں کو پہنانا کیسا ہے؟

ارشاد…: پہنانا نہ چاہئے۔

عرض… ۲۵: جاندار کی تصویر والے کھلونے بچوں کے کھیلنے کیلئے خرید کر دینا کیسا ہے؟

ارشاد…: نہ چاہئے۔

عرض… ۲۶: شادی، میلاد و جلسے وغیرہ کے لئے غیر قانونی طریقے سے بجلی کا استعمال کرنا ٹھیک ہے؟ (جسے عام طور پر بجلی چوری کہا جاتا ہے)

ارشاد…: یہ سوالات نہ پوچھنے چاہئیں اور بہت سارے اس قسم کے معاملات لوگوں میں رائج ہیں اور یہ صحیح نہیں ہے اور اس میں مسلمانوں کو بسا اوقات سخت ضرر کا اندیشہ ہے ایسے کاموں سے مسلمانوں کو پرہیز کرنا چاہئے۔

عرض… ۲۷: آپ کے شہزادے کا نام عسجد رضا ماشاء اللہ بہت پیارا نام ہے، اس کا کیا معنیٰ ہے؟ کیا ہمیں اپنے بچے کا یہی نام رکھنے کی اجازت ہے؟

ارشاد…: رکھ سکتے ہیں، عسجد کے معنیٰ سونا کے ہیں، (ع، س، ج، د) عسجد سونا۔

……… جاری

ص ۴۹ / کا بقیہ

ہوں، اب….. ذرا وہ عورتیں غور کریں جن کے شوہر نیک ہیں، بیویوں کے حقوق میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کرتے پھر بھی اگر آپ ان نیک حساس صفت شوہروں کو جلی کٹی سنا کر ذہنی و قلبی الجھنوں میں مبتلا کر رہی ہیں تو یاد رکھیں آپ بھی دنیا اور آخرت کے شدید الجھنوں سے چھٹکارا نہیں پاسکتیں! کیوں کہ حضور عالم غیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمادیا کہ:

"جب عورت اپنے شوہر کو دنیا میں ایذا دیتی ہے تو حوریں کہتی ہیں کہ خدا تجھے ہلاک کرے، اسے تکلیف نہ دے، یہ تو تیرے پاس مہمان ہے، عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آئے گا۔" (ترمذی)

یہ جنتی حوروں کی بدعا ہے، اسی طرح ایسی عورتوں پر فرشتوں کی بھی لعنتیں ہوتی ہیں (مسلم) بلکہ خود اللہ رب العزت کی ناراضگی اور اس کی لعنتیں برستی ہیں ایسی ظالمہ عورتوں پر۔ فلھذا غور کریں اور اپنی دنیا و آخرت کی خاطر شوہروں کے ذہنی و قلبی سکون کا خاص خیال رکھیں۔

◆◆◆

از: دختر مفتی عبد المالک مصباحی*

# معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جائے

## بشرطیکہ عورتیں صبر وتحمل کی خوگر ہو جائیں

بزم نسواں

**اب** ہمارے اسلامی معاشرے میں بھی شادی کو بربادی سے تعبیر کیا جانے لگا ہے، نوجوان نسل کو نکاح قید اور صنف مخالف سے ناجائز دوستانہ (friendship) آزادی محسوس ہونے لگی ہے، کنوارے اپنی زندگیاں خوش مزاجی کے ساتھ آزادانہ طور پر جی رہے ہیں اور شادی شدہ گھر کو قید خانہ سمجھ کر زندگی کاٹ ہی رہے ہیں، بچے بچیاں شادی، بیاہ کو پھندا سمجھ کر نکاح سے دور اور معاذ اللہ آنکھ، کان، ہاتھ، زبان کے زنا سے قریب ہوتے جارہے ہیں آخر ایسا کیوں؟

کیا اسلام نے شادی کو ذریعہ سکون وراحت سے تعبیر نہیں کیا؟ کیا شارح وداعی اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جلد از جلد نکاح کے ساتھ پاکیزہ زندگی گزارنے کی تاکید نہیں کی؟ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کو نصف ایمان نہیں قرار دیا؟ ضرور بالضرور!

اللہ رب العزت نے تو ارشاد فرمایا: خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً۔ یعنی پرسکون وخوش حال زندگی گزارنے کے لیے ہی تو ہم نے عورتوں کی تخلیق فرمائی تاکہ جائز طریقے سے میاں بیوی ایک دوسرے سے سکون قلبی وذہنی حاصل کریں اور شادی بربادی نہیں بلکہ خوش حالی کا ذریعہ بن جائے۔

مگر! افسوس صد ہا افسوس کہ اب اسلامی معاشرے سے بھی یہ سکون کالمعدوم ہو گیا ہے، آخر کیوں؟ کیا اس پر ہمیں ٹھنڈے دل سے سوچنے اور اس بڑی پریشانی، ذہنی وقلبی الجھن سے خود کو نجات دینے کی سخت ضرورت نہیں؟

جی ہاں، ضرور ہمیں اس بڑی الجھن کے سد باب کی سخت ضرورت ہے کیوں کہ آج نہیں بلکہ آج سے تقریباً 55/ 60 سال پہلے کی رپورٹ یہ ہے کہ دنیا میں پاگل پن کی سب سے بڑی وجہ جھگڑالو بیبیاں ہیں، کسی نے اس حقیقت کی تفصیل چاہی تو اس نے بتایا کہ اڑتالیس فیصد پاگل مرد اپنی جھگڑالو بیبیوں کی وجہ سے پاگل ہوئے ہیں، کیوں کہ یہ مرد حساس ہوتے ہیں اس لیے وہ نہ تو اپنی بیوی کو زود وکوب کرتے اور نہ جھڑکتے ہیں جس کا لازمی اثر ذہنی پریشانیوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، پھر میں نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کہا یہی وجہ ہے کہ مردوں کی بنسبت عورتیں کم پاگل ہوتی ہیں۔

(ماہ طیبہ پاکستان، جولائی 1963ء بحوالہ خطبات اسلام 163)

اللہ، اللہ! اسی لیے آج میں اپنی بہنوں سے مخاطب ہوں کہ ہمیں اپنے آپ کو اور اپنے مردوں کو اس ذہنی وقلبی پریشانی سے کیسے بچانا ہے، گنہ گار شوہر کو بدلہ دینے کے لیے آپ خود بھی گنہ گار نہ بنیں۔

بہنو! مجھے معلوم ہے کہ آپ اپنے شوہروں سے سچی محبت کرتی ہو لیکن وہ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ میں جوھُنّ کی مرجع ہیں ان کے علاوہ سب کے ساتھ خوب ہنسی مذاق کرتے ہیں لیکن بیوی کو تیور دکھاتے ہیں اس لیے آپ ان سے لڑتی ہیں، مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ سے جسے تعبیر دی گئی ہے، آج اسی کے لیے شوہروں کے پاس وقت نہیں ہے اسی لیے آپ ان پر بھڑک جاتی ہیں، مردوں کی یہ سب کوتاہیاں واقعی سخت قابل گرفت ہیں، مگر....... آج میں چوں کہ ان سے نہیں آپ سے مخاطب ہوں، اسی لیے میں سب سے پہلی آپ کو یہ یاد دلا دوں کہ اگر شوہر اپنے حقوق کو ادا نہ کرے تو اس کی سزا تو دنیا وآخرت میں اسے ملے گی ہی لیکن خیال رہے کہ شوہر کی کوتاہیوں کی وجہ آپ پر جو حقوق زوج وارد ہو رہے ہیں وہ قطعی معاف نہیں ہوتے

*مضمون نگار مفتی عبد المالک ایڈیٹر دوماہی رضائے مدینہ کی صاحبزادی ہیں۔

بلکہ آپ کے لیے واجب ہے کہ شوہر جیسا بھی ہو آپ اپنے بیوی ہونے کا حق بخوشی ادا کریں ورنہ آپ معذور نہیں بلکہ عذاب الٰہی میں محصور ہوں گی۔

**شوہر کا ظلم آپ کے لیے بلندیِ درجات کا ذریعہ ہے**

آپ کہیں گی کہ........ مگر! یہ تو بہت مشکل ہے کہ شوہر ستائے اور ہم اس کے حقوق بخوشی ادا کریں، تو میری بہنا یاد رکھیں کہ یہی تو اسلامی معاشرے کی علامت، مسلمان عورتوں کی پہچان ہے جسے قرآن نے یوں بیان کیا:

"اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ۔ یعنی جو حقیقی و عملی مسلمہ، مؤمنہ عورت ہوتی ہے وہ قانتہ یعنی جو مقدر ہو اسی پر راضی رہنے والی ہوتی ہے ساتھ ہی وہ صابرہ بھی ہوتی ہے یعنی اسے حق اللہ ہو یا حقوق العباد کسی کی ادائیگی میں چاہے جتنی مشکلات آئیں سب کا خندہ پیشانی سامنا کرتی ہیں.. الخ۔"

سبحان اللہ، سبحان اللہ! یہ کتنی پیاری آیت ہے آپ کے لیے کہ اگر شوہر آپ کے ناموافق ہیں تبھی تو آپ رضائے رب و رسول کے لیے اسی پر قناعت کر رہی ہیں، شوہر اگر آپ کو ستا رہے ہیں جبھی تو آپ کے صبر کی آزمائش ہو رہی ہے کہ آپ اس کے حق کو جو اللہ نے مقرر کیا ہے ادا کرتی ہیں یا نہیں، پھر اگر آپ اس آزمائش میں کامیاب ہو جاتی ہیں تو آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو بڑی زبردست بشارت عطا فرمائی ہے کہ:

"جو عورت اپنے خاوند کے برے اخلاق پر صبر کرے، اللہ تعالیٰ اسے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رحمۃ اللہ علیہا کے ثواب کی مثل عطا فرمائے گا۔" {احیاء العلوم، حصہ دوم، ص ۱۰۸}

اب آپ بتائیں! کیا شوہر کے ظلم و زیادتی پر آپ صبر کر کے حضرت آسیہ کے جوار میں مکان بنانا گوارا نہیں کریں گی؟ کیا اب بھی شوہر کو گنہ گار ثابت کر کے اپنے حقوق کی ادائیگی سے راہ فرار اختیار کریں گی؟ کیا آج علم ہونے پر شوہر کے جو حقوق آپ نے تلف کیے ہیں ان پر معافی نہیں مانگیں گی؟

ضرور! ہم میں سے ہر بہن کی یہی خواہش ہے تو چلیں آج سے ہم عہد کر لیتے ہیں بالخصوص شوہر کے معاملے میں صابرہ، قانعہ بن کر حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سایۂ رحمت میں جگہ بنائیں گی۔ (ان شاء اللہ عزوجل)

**تحمل (قوت برداشت) ظالم کو بھی رحم دل بنا دیتی ہے**

یہ تو آخرت کا ثواب ہے، اگر آپ واقعتاً شوہر کی زیادتیوں پر صبر کریں گی تو دنیا میں بھی اللہ رب العزت آپ کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائے گا اور آپ کے صبر ہی کے سبب شوہر کے دل میں الفت و محبت اور نرمی ڈال دے گا، جس کی گواہی خود رب رحمٰن کا یہ فرمان دے رہا ہے:

"اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (حٰم سجدہ، ۳۴) یعنی برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔"

سبحان اللہ! اس آیت میں ہمارے رب تعالیٰ نے ہمیں کتنے نفیس انداز میں قوت برداشت کی اہمیت سمجھاتے ہوئے بتایا کہ اگر صبر سے کام لیتے ہوئے برائی یعنی غصہ، بدکلامی وغیرہ کا بدلہ صبر سے دو گی تو وہی غصیلا انسان تمہارا سچا ہمدرد بن جائے گا مگر شرط یہ ہے کہ تمھیں اپنے اندر کمال کا قوت برداشت پیدا کرنا ہوگا حتٰی کہ تمہاری کیفیت ہر کسی کے ساتھ یہ ہو جائے۔

بد کریں ہر دم برائی
تم کہو ان کا بھلا ہو

اے کاش! تیرے دل میں اتر جائے میری بات اور میری ہر بہن خود کو صابرہ، قانعہ نیز قوت برداشت کی حاملہ بنانے کی از حد سعی تام کریں، بہنا! شروع میں بس ذرا محنت کر لیں، صبر سے کام لیں تحمل و قناعت بہت مشکل امر بھی نہیں بلکہ ع

طبیعت رفتہ رفتہ خوگر غم ہوتی جاتی ہے

پھر ان شاء اللہ ہر مصیبت و غم پر صبر و تحمل آساں ہو جائے، یہ تمام مذکورہ بالا تفصیلات ان بیویوں کے لیے تھیں جن کے شوہر ظلم و ستم کرتے ہوں، حقوق کی ادائیگی نہ کرتے بقیہ ص ۴۷ پر

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

# شہریت ترمیمی بِل: دستور ہند بدلنے کی مذموم کوشش!

## کیا کریں مسلمان؟

احوال وطن

**مرکزی** حکومت نے ایک بار پھر "شہریت ترمیمی بل" (Citizenship Amendment Bill) لوک سبھا کے بعد اب راجیہ سبھا سے پاس کرا لیا ہے، حالانکہ یہاں یہ بل پاس کرانا بی جے پی کے لئے تھوڑا مشکل تھا کیوں کہ یہاں بی جے پی اقلیت میں ہے، اگر اپوزیشن پارٹیوں نے منافقت سے کام نہ لیا ہوتا تو یہ بل راجیہ سبھا میں ناکام ہوسکتا تھا، پارلیامنٹ میں اس بل کو روکنے کی یہی ایک صورت تھی۔

**خلاف دستور ہے یہ بل**

یہ بل دستور کے بنیادی حقوق (Fundamental Rights) کے آرٹیکل 14/ (قانون کے نزدیک برابری کا حق) اور آرٹیکل 15 (حکومت مذہب، نسل، ذات، صنف، زبان اور علاقے کی بنیاد پر شہریوں میں کوئی فرق نہیں کرے گی) کی سراسر خلاف ورزی ہے، اس بل کی حمایت اور مذہبی تفریق کا جواب دیتے ہوئے وزیر داخلہ کا کہنا تھا:

"ہمارے تین مسلم پڑوسی ملکوں (پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان) میں ہندوؤں اور دیگر اقلیتوں کو ستایا جارہا ہے، اس لئے ہم ان کو بھارت کی شہریت دینا چاہتے ہیں، مسلمانوں کے لئے تو بہت سارے اسلامی ممالک ہیں، ہندوؤں کا تو ایک ہی ملک ہے، اس لیے وہ کہاں جائیں گے؟ یہی سوچ کر اس بل میں صرف غیر مسلموں کو شامل کیا گیا ہے۔"

وزیر داخلہ کی اس بات سے ایسا لگتا ہے جیسے پوری دنیا میں ہندو شہریت کے لیے مارے مارے پھر رہے ہیں اور بھارت کے علاوہ کوئی ملک انہیں شہریت دینے کو تیار نہیں، حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کی ہمدردی سے پہلے بھی بہت سارے ممالک ہندوؤں کو شہریت دے چکے ہیں اور دیتے رہتے ہیں، ہاں! انہیں یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ شہریت دینے کا یہی پیمانہ اگر دیگر ملکوں نے بھی اپنا لیا تو اس کا سب سے بڑا نقصان بھارت کو ہی ہوگا، کیوں کہ پوری دنیا میں دوسرے ملکوں کی شہریت حاصل کرنے والوں میں سب سے بڑی تعداد بھارتی شہریوں کی ہے، وزارت خارجہ کی رپورٹ کے مطابق 1 کروڑ 75 لاکھ بھارتی دوسرے ملکوں کی شہریت رکھتے ہیں، اگر وہ ممالک بھی شہریت کا پیمانہ "مذہب" بنا لیں تو پورے پونے دو کروڑ بھارتی تباہ ہوجائیں گے، اس لئے محض مسلم دشمنی کے جذبے اور ووٹ بینک کی خاطر ملک کی سالمیت اور کروڑوں بھارتیوں کو داؤ پر لگانا ملک کو تباہ کرنے کے مترادف ہے، اگر حکومت واقعی مظلوموں کی ہمدرد ہے تو اس فہرست میں برما، سری لنکا اور نیپال کو شامل کیوں نہیں کیا گیا؟

شاید اس لیے کہ مسلم ملکوں کے مفروضہ ظلم وستم کا پروپیگنڈا کرکے یہاں کے ہندوؤں کو آسانی سے بے وقوف بنایا جاسکتا ہے، برما و نیپال کے نام سے نفرت پھیلانا ممکن نہیں تھا۔

**تارکین وطن کی شہریت کا معاملہ**

تارکین وطن کی شہریت صرف بھارت نہیں پوری دنیا کا معاملہ ہے، دنیا کے تمام ممالک غیر ملکیوں کو قانون کی پاسداری، جرائم سے اجتناب اور ایک مقررہ وقت تک قیام کے بعد شہریت دیتے ہیں لیکن کسی بھی ملک میں شہریت کے لیے مذہب کو پیمانہ نہیں بنایا گیا، اس کا فائدہ اٹھانے والوں میں سب سے زیادہ بھارتی شہری ہیں، دوسرے ملکوں کی شہریت لینے والے افراد کی تعداد پر مشتمل یہ فہرست دیکھیں:

(۱) ہندوستان 1 کروڑ 75 لاکھ (۲) میکسیکو 1 کروڑ 18 لاکھ (۳) چین 1 کروڑ 7 لاکھ (۴) روس 1 کروڑ 5 لاکھ (۵) شام 82

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

لاکھ (۶) بنگلہ دیش 78 لاکھ (۷) پاکستان 63 لاکھ (۸) یوکرائن 59 لاکھ (۹) فلیپنس 54 لاکھ (۱۰) افغانستان 51 لاکھ۔

اگر ان ممالک میں بھی" مذہبی کارڈ" کا چلن شروع ہو جائے تو فوراً پونے دو کروڑ بھارتی سڑک پر آجائیں گے، کاش! حکومت حقیقتاً انسانی ہمدرد ہوتی تو بغیر کسی تفریق کے غیر ملکیوں کو پناہ دیتی لیکن ایک طرف یہی حکومت برما کے مظلوموں کو ملکی وسائل پر بوجھ بتاتے ہوئے نکالنے پر آمادہ ہے، کیوں کہ ان کا قصور یہ ہے کہ وہ مظلوم ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی ہیں، دوسری جانب ان لاکھوں گھس پیٹھیوں کو شہریت دینا چاہتی ہے جو" مفروضہ مظلومیت" کے نام پر غیر قانونی طریقے سے ہندوستان میں آباد ہیں، لیکن وہ چونکہ ہندو ہیں اس لئے سو خطاؤں کے بعد بھی حکومت ان کی ہمدردی میں دُبلی ہوئی جا رہی ہے۔

### کیا اس بِل کو روکا جاسکتا تھا؟

کسی بھی بِل کے قانون بننے کے تین مرحلے ہوتے ہیں.

1۔لوک سبھا میں پاس ہونا. 2۔راجیہ سبھا میں پاس ہونا. 3۔صدر جمہوریہ کی منظوری. لوک سبھا میں بی جے پی مکمل اکثریت میں ہے، اس لئے وہاں یہ قانون چٹکیوں میں پاس ہو گیا. صدر جمہوریہ بی جے پی کے ہی ہیں، اس لئے وہاں بھی کوئی دقت نہیں آئی، ہاں! راجیہ سبھا کے لئے بی جے پی کو کچھ مشقت کرنا پڑی، کیوں وہ وہاں اقلیت میں ہے. اگر سیکولر پارٹیوں نے دستور ہند کا خیال رکھا ہوتا تو وہاں یہ بِل گر جاتا. لیکن پچھلے کچھ وقتوں سے دیکھا جا رہا ہے کہ سیکولر پارٹیاں منافقت سے کام لیتے ہوئے رسمی سی مخالفت کرتی ہیں اور ووٹنگ کے وقت "واک آوٹ" کر جاتی ہیں جس کی وجہ سے بی جے پی آسانی سے کوئی بھی بِل پاس کرا لیتی ہے، اس بار بھی یہی ہوا، مسلمانوں کا ووٹ لینے والی جنتا دَل یونائٹیڈ (J.D.U) بیجو جنتا دل، وائی ایس آر کانگریس جیسی پارٹیوں نے اس بِل کی حمایت کر دی ہے، اگر نام نہاد سیکولر پارٹیاں ایوان میں موجود رہ کر اس بِل کے خلاف ووٹ کرتیں تو یقیناً یہ غیر دستوری بل پاس نہ ہوتا لیکن افسوس ع

جس پہ تکیہ تھا وہی پتّے ہوا دینے لگے

### اب مسلمان کیا کریں

عام مسلمانوں کو چاہئے کہ جو سماجی تنظیمیں اور علما اس قانون کی جمہوری مخالفت کر رہے ہیں ان کا ساتھ دیں، مگار سیکولر پارٹیوں کے نیتاؤں کا گھراؤ کریں اور آئندہ الیکشن میں ان کا مکمل بائیکاٹ کریں تا کہ آپ کے ووٹوں سے جیتنے والے غدّاروں کو سبق مل سکے، اس کے علاوہ بھی ایک اور جمہوری راستہ ہے اور وہ ہے بڑے پیمانے پر عوامی احتجاج!

اگر مسلمان اپنے دستوری حق اور غیرت مندانہ زندگی کے لئے لاکھوں کی تعداد میں سڑکوں پر آ کر اس قانون کی مخالفت کریں اور اس وقت تک کریں جب تک حکومت اس غیر دستوری بِل کو واپس لینے کا اعلان نہ کر دے جیسا کہ پچھلے دنوں دَلتوں نے دِلّی میں کیا، جب سپریم کورٹ نے "روی داس مندر" کو ٹریفک پرابلم کی وجہ سے توڑنے کا آرڈر جاری کیا تو اس کی مخالفت میں لاکھوں دَلتوں نے پوری دِلّی کو جام کر دیا، کئی کلومیٹر کے دائرے میں نیلے جھنڈے اور سروں کا سیلاب ہی سیلاب نظر آ رہا تھا، حالانکہ اس احتجاجی بھیڑ پر پولیس کا تشدد بھی ہوا، سیکڑوں لوگ جیل بھی گئے لیکن ان کے مثالی احتجاج اور مضبوط اتحاد سے گھبرا کر حکومت کو فیصلہ واپس لینا پڑا، لیکن یہ سب کرنا اتنا آسان نہیں ہے کیوں کہ ہماری قوم کا جذبہ دو موقعوں پر ہی بیدار ہوتا ہے، ایک جب بریانی کھانی ہو، دوسرے جب مشاعرہ سننا ہو. اس کے علاوہ قوم کے چھوٹے بڑے سب کی یہی تمنا ہوتی ہے کہ ہماری لڑائی غیر مسلم لڑیں، ہمیں کچھ نہ کرنا پڑے۔

اکابر علما و مشائخ کی بڑی تعداد کو پتا بھی نہیں ہوگا کہ ان کی بربادی کے مشورے کئے جا رہے ہیں، جنہیں معلوم ہوگا وہ یہ سوچ کر خاموش رہیں گے کہ ہم تو بچ ہی جائیں گے، اس لئے یہ کام حساس علما و مشائخ کو ہی کرنا پڑے گا اور قوم کے ایک فرد فرد کو اپنی عزت دارانہ زندگی کے لئے اپنے جمہوری حق کا استعمال کرنا پڑے گا، مگر یاد رکھیں حکومتی ایجنٹ آپ کو یہ باور کرانے کی بھرپور کوشش کریں گے کہ احتجاج وغیرہ کے چکر میں نہ پڑو، بلکہ اپنے کاغذات وغیرہ جمع کرا کے مطمئن رہو، کیوں سب کے

احوال وطن

چکر میں پڑتے ہو؟

یاد رہے کہ آسام حکومت ایک مسلم فوجی ثناء اللہ کو بھی گھس پیٹھیا بنا کر ڈٹینشن کیمپ (جیل) بھیج چکی ہے، ثناء اللہ نے انڈین آرمی میں JCO کے طور پر 30 سال تک سروس کی، 2016 میں فوج سے رٹائر ہوئے اور 2017 میں ہی انہیں گھس پیٹھیا بنا دیا گیا، جب آرمی میں سروس کرنے کے بعد بھی ایک مسلمان کو گھس پیٹھیا بنایا جا سکتا ہے تو عام مسلمان اور اس کے کاغذات کی کیا حیثیت ہے؟

◆◆◆

ص ۵۳ / کا بقیہ.......................

وامان، بھائی چارگی، رواداری اور یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کا ہے۔ ملک کو درپیش چیلنج کا ہے۔ بابری مسجد، رام جنم بھومی جو فرقہ پرست عناصر کی ایک اچھی خوراک تھی، جو لوگ اس موضوع پر اشتعال انگیز بیان جاری کر کے قومی منافرت کو ہوا دیتے اور اپنی سیاسی روٹی سینکتے تھے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی سیاسی دکان بند کر کے ملک کی ترقی، خوشحالی، باہمی رواداری ومحبت اور خیر سگالی کے فروغ میں لگ جائیں گے اور یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کی پاکیزہ روایات کی بحالی میں اپنی کوشش وکاوش کی شمع فروزاں کر کے اپنی تحریک کا رخ موڑ دیں گے اور ملک میں قیام امن وامان کی راہ میں مثبت عمل کا مظاہرہ کریں گے، یا پھر کچھ اور؟

◆◆◆

ص ۵۴ / کا بقیہ.......................

نہیں پاتی، بنی ہوئی جب حکومتوں کی نگرانی اور عدالتوں کے وعدہ وعید کے بعد ڈھا دی گئی تو اب بننے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے، ہاں یہ ضرور ہوتا کہ دو چار دس ہزار مسلمان مار دیئے جاتے، مودی سرکار، موہن بھاگوت، دیش بھگت میڈیا اور خدا کے گھر کے سوداگروں کو یہ تاریخی فیصلہ مبارک ہو، صحیح کہا تھا اقبال نے ؂

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی\
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

گلہ تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا\
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے جان ومال اور اس ملک کے امن وسلامتی کی حفاظت فرمائے۔

◆◆◆

ص ۵۶ / کا بقیہ.......................

پہلی دفعہ شریعت میں مداخلت کی گئی تھی تو ہم سڑک پر نہیں اترے یہ ہماری بڑی کوتاہی تھی جس کے نتیجے میں نجانے کتنے جہلا مسلمان کوٹ کے مطابق تین طلاق کو ایک مان کر حرام کاری میں مبتلا ہیں جن کے کہیں نا کہیں سے ہم بھی ذمہ دار ہیں، اے مولیٰ! واقعتاً ہماری یہ عظیم مصیبت خود پروردہ ہے اگر ہم اس وقت یوں ہی مظاہرے کیے ہوتے، سر جھکا کر خاموشی اختیار نہ کیے ہوتے تو آج ہمیں یہ دن نہ دیکھنے پڑتے، اے کریما کارساز! ہمیں معلوم ہے کہ ہم تیرے گھر کو بچانے کے لیے تو صدائے حق بلند نہیں کیے، آج اپنی جان بچانے کے لیے سڑکوں پر اتر آئے، آج دفعہ 144 کا بھی کوئی اثر نہیں، مولیٰ! ہمیں معلوم ہے کہ ہم سے بڑی کوتاہی ہوگئی لیکن آج ہم سب اپنے گزشتہ کوتاہیوں پر شرمسار ہیں ہمیں معاف فرمادے، ہماری توبہ قبول فرمالے وغیرہ وغیرہ الفاظ میں احتجاج کے بعد اجتماعی توبہ ضرور کریں۔

اللہ رب العزت ضرور ہمیں اس آنے والی مصیبت سے نجات عطا فرمائے گا کیوں کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو ایک ہی دریا میں بنی اسرائیل کو بچا لیتا ہے اور فرعون جیسے طاقتور بادشاہ کو ڈبو دیتا ہے اب وہی امت محمدیہ کو بھی بچائے گا۔ ◆◆◆

ص ۵۷ / کا بقیہ.......................

مرحوم ومغفور حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ والرضوان سے بیعت تھے، استاذی الکریم علیہ الرحمہ نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس اور اشاعت اسلام وسنیت میں گزاری، اللہ رب العزت آپکے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

سوگوار: محمد تحسین رضا، کانپور

از: مفتی ملک الظفر سہسرامی*

# سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ! کتنا مثبت، کتنا منفی

**ایودھیا** میں واقع بابری مسجد، رام جنم بھومی اراضی پر برسوں سے چلے آرہے تنازع پر ۹ رنومبر ۲۰۱۹ء کو جسٹس رنجن گگوئی کی قیادت میں پانچ رکنی بنچ نے ۱۰۴۵ رصفحات پر مشتمل اپنا تاریخی فیصلہ پیش کردیا۔ جس میں متنازع زمین رام جنم بھومی کے حق میں دیئے جانے کا فیصلہ صادر کیا گیا، ۲۲ ردسمبر ۱۹۴۹ء کی ایک رات میں جبراً بابری مسجد میں مورتیاں رکھ کر مذہبی جنون کی جس تاریخ کا ابتدائیہ لکھا گیا تھا آخرش ۹ رنومبر ۲۰۱۹ء کو اس کتاب کا اختتامیہ لکھ کر ملک کی سب سے بڑی عدالت سے اس پر مہر لگوادی گئی۔

عدالت کا یہ فیصلہ ہندوؤں کے حق میں گیا۔ اس پانچ رکنی بنچ نے اپنے فیصلہ کی اساس وبنیاد ہندوؤں کی آستھا اور محکمہ آثار قدیمہ آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا کی رپورٹ پر رکھی ہے۔ جبکہ کورٹ نے ملکیت کے مقدمہ میں خود یہ تسلیم کیا تھا کہ فیصلہ کی بنیاد نہ آستھا بنے گی اور نہ ہی آثار قدیمہ کی رپورٹ، مسلمانوں نے روایتی صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور ملک کے نظام عدلیہ پر اپنے اعتماد وبھروسے کا اظہار کرتے ہوئے اسے قبول کر لیا۔ اگر وہ قبول نہ بھی کرتے تو ان کے پاس متبادل راستہ کیا بچ رہا تھا۔ فیصلے سے قبل مذہبی، ملی اور سیاسی راہنماؤں کی جانب سے عام مسلمانوں کے نام صبر وتحمل کی جو اپیل جاری کی جارہی تھی اس نے فیصلے سے پہلے ہی اس کے متن کا اشاریہ تحریر کردیا تھا، بین السطور اور حاشیہ پڑھنے والی نگاہیں محسوس کر چکی تھیں کہ فیصلہ کیا آنے والا ہے۔ مسلمانوں نے تو ابتداء سے ہی اس معاملے میں ملک کے نظام عدلیہ پر اعتماد وبھروسہ کرتے ہوئے اپنا عندیہ ظاہر کردیا تھا کہ ہمیں سپریم کورٹ کا فیصلہ مثبت یا منفی بہر نوع قبول ہے چنانچہ ایسا ہی دیکھا بھی گیا۔ گو کہ اس فیصلے میں بظاہر توازن بحال رکھنے کیلئے سنی وقف بورڈ کو پانچ ایکڑ زمین ایودھیا کے کسی مقام پر دینے کیلئے کہا گیا ہے، کسی بھی مسجد کا متبادل کوئی بڑی سے بڑی زمین نہیں بن سکتی، مسلمانوں کی یہ قانونی ودستوری جنگ کسی اراضی کے لئے نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت گھر کی حصولیابی کے لئے تھی۔ ہمیں بھیک میں دی جانے والی یہ زمین منظور نہیں ہے۔ بہتر تو یہی ہوگا کہ سنی وقف بورڈ زمین لینے سے انکار کردے۔

سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے کی یہ شق بہر حال ہمارے لئے حوصلہ افزا اور جبر وتشدد کے پجاریوں کے لئے باعث شرم وعار ہے کہ مندر توڑ کر بابری مسجد کی تعمیر کا عمل انجام پذیر نہیں ہوا تھا، یہ بھی ہمارے زخموں پر مرہم کا کام کر رہا ہے کہ ۶ ردسمبر ۱۹۹۲ء کو لاکھوں انتہا پسند ہندوؤں کے ہاتھوں بابری مسجد توڑ کر زمین بوس کرنے اور مورتیاں رکھے جانے والے عمل کو اس پانچ رکنی بنچ نے غیر قانونی اور مجرمانہ کارروائی قرار دیا ہے۔

اب دیکھنا ہے کہ ایسے مجرموں کے خلاف کورٹ کی جانب سے کب اور کیا فیصلہ صادر کیا جاتا ہے۔ یہ فیصلہ عید میلاد النبی سے ٹھیک ایک دن قبل آیا ہے، جب مسلمان اس موقع پر جلوس محمدی کا اہتمام مکمل شان وشوکت کے ساتھ کرتے ہیں، چنانچہ اکثر مقامات پر مسلمانوں نے بحالی امن وامان کے پیش نظر جلوس نہ نکالے جانے کا دانشمندانہ فیصلہ لیا ہے، نظام عدلیہ پہ اعتماد، امن وامان کے قیام، خیر سگالی، بھائی چارگی اور ملک دوستی کے تعلق سے اب اس سے زیادہ کیا کچھ کہا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر مسلمانوں کی حب الوطنی اور وطن دوستی کو مشکوک نظروں سے دیکھا جائے تو حیرت واستعجاب کی بات ہوگی۔

ملک میں اس وقت سب سے بڑا مسئلہ امن بقیہ ص ۵۲ رپر

احوال وطن

*مضمون نگار دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام بہار کے ناظم اعلیٰ اور معروف اہل قلم ہیں۔

# بابری مسجد اور مسلمان

از: مولانا انیس عالم سیوانی*

احوال وطن

**کورٹ** میں فیصلہ بابری مسجد زمین کے مالکانہ حق کا ہونا تھا جو سپریم کورٹ نے مورخہ ۹ رنومبر ۲۰۱۹ء بروز سنیچر صبح ساڑھے دس بجے کردیا، کورٹ کے معزز جج صاحبان نے بار بار یہ یقین دہانی بھی کرانے کی کوشش کی کہ عدالتی فیصلہ دھرم یا آستھا کی بنیاد پر نہیں بلکہ ثبوتوں کی بنیاد پر دیا گیا ہے، ملک کے مسلمانوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہمیں عدالتوں پر اعتماد نہیں، ہاں ہندو شدت پسندوں اور بھاجپا نیتاؤں نے ضرور اس طرح کے بیانات دیے کہ ہم ہر حال میں مندر وہیں بنائیں گے، جب بلا وجہ صفائی دی جاتی ہے یا قسم کھائی جاتی ہے تو شک ہونے لگتا ہے کہ آخر بار بار یہ کیوں کہا جارہا ہے کہ ہم آستھا نہیں ثبوت کی بنیاد پر فیصلہ کررہے ہیں، بہر حال ایک طویل عرصہ کے بعد ملک کی سب سے بڑی عدالت نے ہندوستان کی اکثریت کے مطالبے کو قانون کا لباس پہنادیا، لیکن یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ فیصلہ زمین کے مالکانہ حق کا ہونا تھا اگر وہ زمین رام للا ہی کی تھی تو ہندو فریق کو دیدینا تھا لیکن عدالت نے اپنے فیصلے میں یہ بھی کہا کہ مرکزی حکومت بابری مسجد کی اصل زمین سے ہٹ کر اجودھیا کے اندر کسی اچھی جگہ مسجد کے لیے سنی وقف بورڈ کو پانچ ایکڑ زمین دے، بن مطالبہ یہ کرم اور بخشش کیوں؟ کیا کسی مسلم فریق نے یہ مطالبہ کیا تھا؟

دیش میں لاکھوں مسجدیں ہیں، کہیں بھی آدمی نماز پڑھ سکتا ہے، جھگڑا تو اس مسجد کا تھا، دوسری جگہ اگر مسجد بنانی ہوگی تو اجودھیا میں کیوں بنائی جائے گی؟ اجودھیا میں اگر بی جے پی گورنمنٹ مسجد کے لیے زمین دیتی ہے تو مستقبل میں پھر کچھ لوگ کہیں گے کہ پوری اجودھیا رام جی کی ہے، یہاں مسجد کیسے اور گورنمنٹ کی بخشی ہوئی زمین پر مسجد کیسے بنے گی؟ پھر ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام ہوگا، اس لیے مسلمانوں کو مسجد کیلئے گورنمنٹ کی عطا کردہ کوئی زمین نہیں چاہیے اور وہ بھی اجودھیا میں۔

مسلمان تو حکومت سے صرف یہ مطالبہ کرتا ہے کہ آپ ہماری جان بخش دیں، جس طرح اس ملک میں پیڑ پودوں، جانوروں کو زندہ رہنے کا حق ہے کم سے کم اتنا حق تو ہمیں دے دیجئے، مسلمان کسی غیر کی زمین پر مسجد قائم کرنے کو کل بھی از روے شریعت ناجائز مانتا تھا اور آج بھی، آج کے ہندوستان میں مسلمانوں سے یہ کہنا کہ امن قائم رکھیں ایک بھونڈا مذاق ہے، پولیس آپ کی، قانون کے رکھوالے آپ، سیاہ وسفید کے مالک آپ، پھر مسلمانوں سے امن وامان قائم رکھنے کا مطالبہ، سمجھ میں نہیں آتا، آپ ہی بتائیے مسلمان کیا کرسکتا ہے؟

بابری مسجد کے عوض میں عدالت کے کہنے کے مطابق اگر مودی سرکار مسلمان کے نام پر زمین دینا چاہتی ہے تو بہتر یہ ہے کہ سنی سنٹرل وقف بورڈ کے چیر میں ظفر فاروقی، سلمان ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ، مولانا کلب صادق لکھنؤ اور ارشد مدنی جیسے لوگوں کو دیدیے تاکہ مستقبل میں اس سے وہ اپنے بچوں کے لیے کچھ کرسکیں، دیش میں زیادہ بھائی چارہ کا ماحول اور یکجہتی قائم کرنے کے لیے بہتر یہ ہوتا کہ حکومت سلمان ندوی کا مدرسہ جامعہ سید احمد شہید کٹولی اور ارشد مدنی وکلب صادق صاحبان کی جائداوں اور سنی سنٹرل وقف بورڈ کو رام للا مندر کی تعمیر کے لیے ایکوائر کرلے تو ان حضرات کو کوئی عتراض نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ لوگ امن کی خاطر کچھ بھی کرسکتے ہیں، تو اپنا گھر، آفس اور مدرسہ کیوں نہیں دے سکتے۔

خیر جو ہوتا ہے ٹھیک ہی ہوتا ہے، اگر فیصلہ مسلمانوں کے حق میں آ بھی جاتا تو کیا فرق پڑتا، مسجد تو وہاں بن بقیہ ص ۵۲ پر

از: دختر مفتی عبدالمالک مصباحی*

# رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی

آج ملک میں ہر طرف خونی منظر کو دیکھنے کے باوجود بھی مذہبی رہنما اور مرکزی اداروں کے ذمہ داران انجان بنے بیٹھے ہیں لیکن بالکل ان کے برعکس کچھ ایسے باہمت و باحوصلہ لوگ بھی موجود ہیں جو اپنی اپنی بساط کے مطابق ظلم وتشدد کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں، میدان عمل میں اتر رہے ہیں۔

جامعہ میں پولیس نے جو سلوک طلبہ کے ساتھ کیا، ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے اس سے آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں، آپ کے اندر جھجھک نہ آنے پائے، نوجوان شہیدوں کا خون تو آپ کے حوصلے کو مزید پرجوش کرتا ہے، آپ کی ہمتوں پر رنگ چڑھاتا ہے، ان کی شہادت آپ کو حضرت مولانا کفایت علی کافی مرادآبادی کی شہادت یاد دلا رہی ہے، جامعہ کے ان طلبہ کی لاشیں آپ کو پکار پکار کر یاد دلا رہی کہ ؎

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

ہم سفیرو باغ میں ہے کوئی دم کے چہچہے
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

اطلس وکمخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تن بے جان پر خالی کفن رہ جائے گا

تحریک جنگ آزادی کے پرجوش حوصلوں اور ہمارے وہ علما جنھوں نے آزادیِ ہند کے لیے اپنی جانیں قربان کیں ان کی شہادت نے جامعہ کے طلبہ کو میدان عمل میں اتار دیا اور آج کے ان مجاہدوں کی موت ہمیں ہمت وحوصلہ دے رہی ہے لہٰذا موت سے قطعی نہ گھبرائیں اور یہ کہتے ہوئے میدان عمل میں آجائیں کہ ؎

موت تو آنی ہے پھر موت کا کیوں ڈر رکھوں
زندگی آ تیرے قدموں پر اپنا سر رکھوں

ورنہ یاد رکھیں کہ ہوسکتا ہے آج آپ اپنی جان کونے میں گھس کر بچالیں لیکن سب کو اس بات پر یقین ہے کہ کل مرنا ہی ہے اور ہمیں میدان محشر میں اولین وآخرین کے ساتھ جمع ہونا ہے اس وقت علامہ فضل حق خیرآبادی، حضرت مولانا کفایت علی کافی مرادآبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا رضا علی خان عابدی، مفتی صدرالدین خان آزردہ، مجاہد اعظم مولانا سید احمد اللہ شاہ مدراسی جیسے ہزاروں علمائے کرام کو اپنا منہ کیسے دکھائیں گے؟ جن کے خون کے عوض آج سرزمین ہند پر عیش کر رہے ہیں، ان شرکائے جنگ آزادی کا سامنا کیسے کریں گے؟ جنھوں نے ہمارے ملک اور اسلام ومسلمان کی بقا کی خاطر اپنے مسند نشین جسم کو سپرد خاک کردیا، ان کو کیا جواب دیں گے؟

ایک امید افزا بات یہ ہے کہ آج ملک کا ہر منصف مزاج فرد خواہ وہ مسلم یا ہندو، سکھ ہو یا عیسائی، جین ہو یا پارسی اس کالے قانون کے خلاف اپنی آواز بلند کر رہا ہے، ہمیں اپنے ان ہمسایہ قوموں کے ساتھ مل کر اس احتجاجی آواز کو مزید مؤثر بنانے کی ضرورت ہے تاکہ حکومت اس کالے قانون کو کالعدم قرار دینے پر مجبور ہوجائے۔

### اپنے احتجاجی جلوس کو مزید موثر کیسے بنائیں

محض ایک ہفتے میں اس ظلم کے خلاف آواز اٹھنے والے لاتعداد احتجاجی مظاہرے اپنی مثال آپ ہے، ان تاریخی ریلیوں نے واقعی صرف ہند کو نہیں پوری دنیا کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے، ہمارے اس جذبے کو دنیا کے گوشے گوشے سے سراہا جارہا ہے الغرض ہمارے یہ مظاہرے حقیقتاً قابل صد تسلیم ہیں لیکن ........ ہمارا اپنے سروں پر کفن باندھ کر سڑکوں پر اتر جانا قطعی اس لیے نہیں ہے کہ ہم دنیا والوں سے سراہے جائیں، ہماری تعریفیں کی

احوال وطن

* مضمون نگار مفتی عبدالمالک ایڈیٹر دوماہی رضائے مدینہ کی صاحبزادی ہیں۔

جائیں بلکہ..... ہم میدان میں اس لیے نکلیں ہیں تا کہ ہمارے اس احتجاج کی وجہ سے ہمارے خلاف بننے والا منصوبہ منسوخ ہو جائے، ہمارے حقوق کو دبانے والا قانون دب جائے، ہمارا ملک پرسکون و پرامن بن جائے، ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ ہمارا یہ احتجاج اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا ہی، ہمارے سروں پر کفن باندھ کر نکلنے سے ہمارے مخالف کی شکست ہو ہی جائے گی۔

آیئے اب ہم ایسا کام کرتے ہیں کہ ہمارا مظاہرہ کامیاب ہو کر ہی رہے گا (ان شاء اللہ عزوجل) آخر وہ کون سا عمل ہے؟ جب ہم قرآن سے پوچھتے ہیں تو جواب ملتا ہے۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں بنی اسرائیل پر کیے گئے انعامات کا تذکرہ کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

''جب ہم نے ان پر دنیوی نعمتیں، دنیا میں مکمل آزادی عطا کی تو انھوں نے اس کا ناجائز فائدہ اٹھایا اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے لگے تو بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا۔ یعنی تو ہم نے تم پر اپنے بندے بھیجے جو سخت لڑائی والے تھے تو وہ شہروں کے اندر تمہاری تلاش کے لیے گھس گئے، وہ تم پر حاکم بن گئے تم ان کے مظلوم محکوم بن گئے اپنے بداعمالیوں کی وجہ سے۔'' (بنی اسرائیل، آیت ۵)

لیکن اللہ رب العزت مزید فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے مظلوم بندوں پر رحم کیا اور دوبارہ ان کو حکومت و نعمت سے مالا مال کیا لیکن دوبارہ انھوں نے وہی نعمتوں کی ناقدری کی تو پھر دوسری مرتبہ ہم نے ان پر عذاب بھیجا لیکن دو مرتبہ مہلت دینے کے باوجود تیسری دفعہ کے لیے ہمارا رحمٰن رب ارشاد فرماتا ہے:

'' عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يَرْحَمَكُمْ - یعنی اگر تیسری مرتبہ بھی تم (توبہ کرلو) ہماری طرف پلٹ آؤ تو ہم رحم کریں گے دوبارہ تمہیں نعمت و ثروت سے مالا مال کریں گے اور تم وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ کے حقدار بن جاؤ گے۔''

اس بیان کا مطلب امت محمدیہ کو آگاہ کرنا ہے کہ اگر تمہارے اوپر بھی ظالم بادشاہ بطور عذاب مسلط ہو جائے تو تمھیں اپنا حق طلب کرنے کے لیے آواز تو بلند کرنی ہی ہوگی لیکن اس سے پہلے ہماری طرف پلٹنا ہوگا، حقیقی مؤمن بننا ہوگا، کردار سے اسلام کا ثبوت دینا ہوگا ورنہ یہ ظالم حکومت تمہاری ایک سننے والی نہیں کیوں کہ یہ تو ہماری ہی منشا سے حاکم بنے ہیں ہم چاہے تو ظالم و مغرور نمرود کی طرح آنکھ جھپکتے ہی ایک مچھر کے ذریعے ہلاک کر دیں لیکن ہم اس وقت تک اس تاناشاہی حکومت کو ڈھیل دیں گے جب تک کہ تم ہماری طرف پلٹ نہ آؤ، لہٰذا میدان میں آنے سے پہلے مؤمن بن جاؤ۔

### تائب ہوکر جلوس میں شرکت کریں

فلہٰذا ہم تمامی کو چاہیے کہ حقیقی مؤمن بننے کے لیے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا پر فرداً فرداً عمل کریں، اپنا اپنا محاسبہ کریں، گناہوں پر شرمسار ہو کر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں صلوۃ التوبہ پڑھ کر سربسجود ہو کر اپنے گناہوں سے تائب ہو کر، مؤمن بن کر أَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ پر یقین کامل کے ساتھ گھر سے نکلیں، احتجاج کریں، مظاہروں میں حصہ لیں پھر دیکھیں ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔

### جلوس سے پہلے صلوۃ الحاجت پڑھ لیں

اسی طرح گھر سے نکلنے سے پہلے دو یا چار رکعت نماز حاجت ضرور ادا کر کے احتجاجی مظاہر میں شریک ہوں (اس نماز کا طریقہ تقریباً ہر چھوٹی بڑی فقہ کی کتاب میں مل جائے گا) پھر دیکھیں ہمارا سڑکوں پر نکلنا ضرور موثر و کامیاب ہوگا۔

### احتجاج کے اختتام پر اجتماعی توبہ و دعا کا اہتمام کریں

اس عظیم مصیبت پر جہاں ہم دوسروں کو کوستے ہیں، ظالموں کے ظلم کا رونا روتے ہیں وہیں سب سے پہلے ہمیں اپنے آپ پر غور کرنا ہوگا کہ لاریب قرآن کا فرمان ہے وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ. واقعی اللہ رب العزت نے ہمیں بہت مہلت عطا کیا، ہماری بے شمار خطاؤں کو معاف کرنے کے بعد اگر اس مصیبت کو مسلط کیا ہے تو ہمارے ہی ہاتھوں بوئی ہوئی مصیبت ہے، ہم سب احتجاج کے بعد اجتماعی طور پر توبہ کریں کہ اے رب! اس وقت جب بقیہ ص ۵۲ پر

## عید میلاد النبی ﷺ پر راشن کٹ کی تقسیم

### غریب پروری کے پیغام کے ساتھ نوری مشن کی فلاحی خدمت

مالیگاؤں: غریبوں سے ہمدردی اوران کی مدد کرنے کادرس زرّیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا، اِسی لئے نوری مشن کی طرف سے عید میلاد پر" میلادراشن کِٹ"تقسیم کی جاتی ہے،جس کیلئے ایک فارم جاری کر کے مستحق وضرورت مند افراد کی لسٹ بنائی گئی، انھیں ۱۳رغذائی اشیا پر مشتمل کِٹ عزتِ نفس کوملحوظ رکھ کرتحفہ دی گئی، اس پروگرام کوشہری سطح پرانجام دیا گیا، اندرونِ شہر کے علاوہ مالدہ کالونی میں بھی کٹ تقسیم کی گئی، امسال سیرت کے حوالے سے کتاب" نُورانِوں کا جلوہ" بھی" میلادراشن کِٹ" کے ساتھ تقسیم کی گئی، ۲۰۰ کِٹ تیار کر کے کچی بستیوں اورمضافات کے مستحق، ضعیف، بے سہارا مسلمانوں تک پہنچائی گئی، نوری مشن کی اِس کِٹ میں تور دال، مسوردال، مونگ دال، چائے پتی، شکر، تیل، گیہوں کا آٹا، چاول، مسالہ، دھنیا، ہلدی، مرچا، نمک شامل ہیں، اس مبارک کام کی انجام دہی پر غریبوں نے بہت دعائیں دیں، جب کہ حضرت سیدعبدالقادر جیلانی میاں، حضرت سیدامان میاں برکاتی مارہرہ شریف، علامہ محمدارشد مصباحی، ڈاکٹر حامد اقبال، الحاج عبدالمجید بکھار والے، الحاج احمد رضا عبدالعزیز، الحاج عبدالروف تابانی، ڈاکٹرغلام جابر شمس مصباحی نے مشن کی ستائش کی اوردُعاؤں سے نوازا۔

## قاری افتخار احمد رضوی کی رحلت

کوڈرما: شہیدراہ والدہ حضرت قاری افتخاراحمدرضوی نوراللہ مرقدہ مورخہ ۱۵رصفرالمظفر ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۵را کتوبر ۲۰۱۹ء بروز منگل بوقت شام ساڑھے پانچ بجے اپنی والدہ ماجدہ کوعلاج کے لئے کوڈرما بازار جھارکھنڈ میں ڈاکٹر کے پاس لے گئے تھے، واپسی میں پٹنہ رانچی روڈ پر جلوہ آباد موڑ کے پاس ایک اسکارپیو نے حضرت قاری صاحب اوران کی والدہ کوزبردست ٹکر ماردی صدر ہاسپیٹل کوڈرما میں علاج کے لئے داخل کرایا گیا، حالت نازک تھی، اس لئے ڈاکٹروں نے رانچی ریفر کر دیا، ان کی والدہ مرحومہ اسی شب ساڑھے آٹھ بجے کوڈرما ہاسپیٹل ہی میں انتقال فرماگئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون اورقاری صاحب علیہ الرحمہ رانچی پہنچنے کے بعد زخم کی تاب نہ لا کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، مدرسہ مدینۃ الرسول جلوہ آباد کوڈرما کے شعبۂ قرأت کے سب سے قابل ترین استاد کی رحلت کی خبر سن کر مدرسہ کے تمام اساتذہ واراکین کے دلوں پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، جماعت اہل سنت نے ایک بہترین استاد کھودیا، راقم الحروف غلام خیر الوریٰ رضوی ۱۴رسالوں سے ان کے ساتھ رہ کر مدرسہ کی خدمت انجام دے رہا ہے، قاری صاحب علیہ الرحمہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ بچوں کے ذہن میں اپنی بات اتار دیتے تھے۔ عوام وخواص سب لوگوں کوان کے جانے کاغم ستارہا ہے، انہوں نے اپنے پیچھے ایک بیٹی اورتین بیٹوں کو چھوڑا ہے۔

نماز جنازہ جلوہ آباد میں بھی ادا کی گئی اوران کے آبائی گاؤں کیشواری ضلع ہزاریباغ میں بھی، مدرسہ ہذا کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا الحاج شہادت حسین صاحب نے جنازہ کی نماز پڑھائی، ہزاروں کی تعداد میں علمائے اہل سنت وعوام دونوں جگہ شریک ہوئے، اللہ رب العزت قرآن کریم کی عظمت کے طفیل قاری صاحب علیہ الرحمہ کے درجات کو بلند فرمائیں، آمین ثم آمین۔

رپوٹ: غلام خیرالوریٰ رضوی

استاذ: مدرسہ مدینۃ الرسول جلوہ آباد کوڈرما جھارکھنڈ

## مولانا سلیم اکرم کاوصال! دعائے مغفرت کی اپیل

کانپور: میں (مولانا) تحسین رضا قادری دیناج پوری بہت ہی قلق اورغم واندوہ کے ساتھ یہ تحریر کر رہا ہوں کہ میرے مربی ومشفق مہربان استاذ حضرت العلام الشاہ مولانا محمد سلیم اکرم صاحب مصباحی اشرفی سابق صدرالمدرسین مدرسہ اسلامیہ فیض الغرباء دھرارام گنج اسلام پوراتردیناجپور مغربی بنگال کاوصال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون اس حادثہ فاجعہ کافقیر کوروحی وقلبی صدمہ ہے لیکن مرضی مولیٰ ازہمہ اولیٰ کے تحت صبر کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے بقیہ ص ۵۲ رپر

خیر و خبر

منظومات

## چھوڑ کر دارِ دنیا، چل دیئے جِناں شبیر

چھوڑ کر دارِ دنیا ، چل دیئے جِناں شبیر
ہم سے ہو گئے رخصت آہ ناگہاں شبیر

یاد جب ستاتی تھی جا کے دیکھ آتے تھے
آہ اب نگاہوں سے ہو گئے نہاں شبیر

گفتگو میں اپنا پن، بات شہد کے جیسی
شفقت و عنایت کے ایسے گلستاں شبیر

محفلِ محبت سے اُٹھ گیا وہ دیوانہ
کام تھا حُسن اُس کا اور نام، ہاں شبیر

زندگی بڑی سادہ ، اور مزاج شاہانہ
ڈھونڈتی ہیں سب نظریں آہ، ہیں کہاں شبیر

جانفزا ، ہنر پرور ، درسگاہ کے منظر
نور بن کے رہتے تھے جس میں ضوفشاں شبیر

عقلیات کے ماہر نقلیات کے جامع
راہِ علم و حکمت کے میرِ کارواں شبیر

اُن کا پیکرِ ہستی آفتابِ علم و فن
فکرِ اعلیٰ حضرت کے سچے ترجماں شبیر

موج موج علم و فن، قطرہ قطرہ دانائی
عالَمِ بصیرت کے بحرِ بیکراں شبیر

ناز وہ اکابر کے، فخر وہ اصاغر کے
علم و زہد و تقویٰ میں نادرِ زماں شبیر

موت کی خبر سن کر سنیت تڑپ اُٹھی
ہے زبانِ عالم پر آہ اور فُغاں شبیر

دل سے اب نہ اترے گا تیری یاد کا جامہ
چاہتیں لہو بن کر ہم میں ہیں رواں شبیر

حشر تک کرے تجھ پر فضلِ رب گہرباری
باغِ خلد بن جائے تیرا آستاں شبیر

چشمِ تر فریدی کی یہ تڑپ کے کہتی ہے
آ کے پھر سے رکھ دیجے، دستِ مہرباں شبیر

## اہلِ حق مشکلوں میں چلتے ہیں

آؤ مل کے حق کی آواز بلند کریں اور دنیا کو بتا دیں کہ ہم ظلم کے خلاف لڑتے رہیں گے، ملک کا آئین پامال نہیں ہونے دیں گے

لاکھ گرتے ہیں ، پھر سنبھلتے ہیں
اہلِ حق مشکلوں میں چلتے ہیں

اپنی شدت پہ جب ہوائیں ہوں
تب ہمارے چراغ جلتے ہیں

پہ مرنا ،، ہماری موت نہیں
ہم فنا سے بقا میں ڈھلتے ہیں

سرفروشی ہے قوم کی معراج
ہم تو سولی پہ بھی مچلتے ہیں

زندہ رہنا ہماری فطرت ہے
ہم سدا ڈوب کر نکلتے ہیں

ہم کو آتا ہے خار پر چلنا
راستے ،، ہم نہیں بدلتے ہیں

جب ہو فرعونیت کا دورِ خزاں
باغِ موسیٰ اُسی میں پھلتے ہیں

کھلتے ہیں ،، گلشن بَراہیمی
آگ ، نمرود جب اگلتے ہیں

میری سوکھی زمیں کو مت دیکھو
حق کے زمزم ، یہیں اُبلتے ہیں

ہم چلے جب بھی متحد ہو کر
کوہ ، باطل کے سب پگھلتے ہیں

خود ہی دیتے ہیں راستے ، طوفاں
جب سفینے ہمارے چلتے ہیں

اِس پہ تاریخ پوری شاہد ہے
ظلم کا سر، ہمی کچلتے ہیں

کربلا، پھر بلا رہا ہے ہمیں
اے فریدی،، چلو نکلتے ہیں

از: مولانا محمد سلمان رضا فریدی مصباحی، مسقط عمان

# में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

## Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

| S. No. | Adv. Space | کوارٹر پیج Quarter Page | ہاف پیج Half Page | فل پیج Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 8000/- | 10000/- | 15000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 6000/- | 8000/- | 12000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 4000/- | 6000/- | 10000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ | ۳ |
| **Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर** | | | | | | |
| 1 | Back Title Page | 20000/- | 25000/- | 35000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 15000/- | 20000/- | 30000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 10000/- | 15000/- | 25000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ | ۳ |
| **Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर** | | | | | | |
| 1 | Back Title Page | 30000/- | 40000/- | 60000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 20000/- | 35000/- | 50000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 15000/- | 25000/- | 40000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ | ۳ |
| **Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर** | | | | | | |
| 1 | Back Title Page | 50000/- | 70000/- | 100000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 35000/- | 60000/- | 80000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 25000/- | 40000/- | 60000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ | ۳ |
| **Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी** | | | | | | |
| 1 | Monthly | 1500/- | 3000/- | 5000/- | ماہانہ | ۱ |
| 2 | Quarterly | 4000/- | 8000/- | 12000/- | سہ ماہی | ۲ |
| 3 | Half Yearly | 7000/- | 12000/- | 16000/- | ششماہی | ۳ |
| 4 | Yearly | 10000/- | 16000/- | 20000/- | سالانہ | ۴ |

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।
2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़ददम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।
3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

JANUARY - 2020
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

# فقہی سیمیناروں میں مفتی صاحب کی شرکت سند کا درجہ رکھتی تھی

تیرہ وتار تھی پہلے سے یہاں شامِ حیات
دامنِ چرخ سے اِک اور ستارہ ٹوٹا

افسوس صد افسوس کہ آج ہمارے درمیان سے ایک علمی وفقہی شخصیت یعنی جامع معقولات ومنقولات، زینت مسند تدریس وافتاء، حضرت علامہ مولانا **مفتی محمد شبیر حسن** رضوی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان داعئ اجل کو لبیک کہتے ہوئے رخصت ہوگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خانوادۂ رضویہ سے مفتی صاحب قبلہ کا گہرا تعلق تھا، آپ سرکار مفتی اعظم ہند وحضور تاج الشریعہ علیہما الرحمۃ والرضوان کے معتمد خاص تھے۔ موصوف کی شخصیت فقہ وفتاویٰ ودیگر علمی وتحقیقی کارناموں کی وجہ سے اربابِ علم میں معروف تھی، ملک کے مختلف گوشوں میں ہونے والے فقہی سیمیناروں میں آپ کی موجودگی سند کی حیثیت رکھتی تھی، آپ تادمِ حیات شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے رکن فیصل بورڈ رہے، آپ کا وصال پُرملال بالعموم جماعت اہل سنت کے لئے اور بالخصوص شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے لئے ایک عظیم خسارہ ہے۔

فقیر قادری اور جملہ اراکین جامعۃ الرضا پسماندگان بالخصوص مولانا محمد ارشد رضا ودیگر صاحبزادگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت والا کو غریق رحمت فرمائے اور مسلک کے تئیں آپ کی خدمات کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے جزائے خیر عطا فرمائے نیز آپ کے درجات بلند فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔

شرکائے غم

**فقیر محمد عسجد رضا قادری**

وجملہ اراکین جامعۃ الرضا، بریلی شریف

**اعلان:** سنی دنیا کا اگلا شمارہ حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر مشتمل ہوگا، اہل قلم بالخصوص آپ کے تلامذہ سے التماس ہے کہ اپنے مضامین ومقالات ۱۵؍جنوری تک ارسال فرمادیں۔

**محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی**

ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف